

کلیات فنیہ و فن

جس میں

ایوان پختہ و پوان فانی ترقیات فارسی و ملی ہیں

وہ فنیہ و فن جو ان کے ذہن میں تھے۔ ۱۹۱۴ء میں ان کے ہاتھ سے لکھی گئی تھیں۔
وہ فنیہ و فن جو ان کے ذہن میں تھے۔ ۱۹۱۴ء میں ان کے ہاتھ سے لکھی گئی تھیں۔
وہ فنیہ و فن جو ان کے ذہن میں تھے۔ ۱۹۱۴ء میں ان کے ہاتھ سے لکھی گئی تھیں۔

از خاکسار نظامی بدایونی

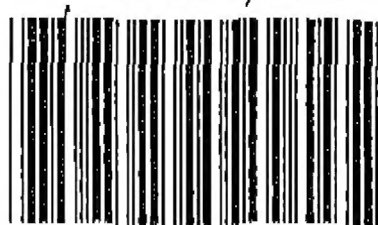
شعبہ پیشہ و فنیہ و فن جو ان کے ذہن میں تھے۔ ۱۹۱۴ء میں ان کے ہاتھ سے لکھی گئی تھیں۔
وہ فنیہ و فن جو ان کے ذہن میں تھے۔ ۱۹۱۴ء میں ان کے ہاتھ سے لکھی گئی تھیں۔
وہ فنیہ و فن جو ان کے ذہن میں تھے۔ ۱۹۱۴ء میں ان کے ہاتھ سے لکھی گئی تھیں۔

ای پریس پراپون میں طبع ہوا

۱۹۱۴ء

Hasan

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U11294

حضرت شیفہ کے مختصر حالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس طرح زمانے کی ہوا پلٹ جانے سے ملک کے لوگوں کے خیالات، خصائل، عادات، مشاغل، طریقہ بود و آمد، لباس و خوراک میں تغیر واقع ہو گیا ہے اسی طرح ان کا علمی مذاق بھی بدل گیا ہے تیرہویں صدی کے وسط میں اردو اور فارسی ادب میں جن لوگوں نے چارچاند لگائے تھے آج ان کے کلام کے سمجھنے والے بھی نظر نہیں آتے ذوق، غالب، مومن، صہبائی، علوی، آزاد، حسرتی ان باکمال لوگوں میں ہوئے ہیں کہ جن پر آج ہندوستان جتنی فخر کرے کم ہے اور اب اس گئے گزرے زمانہ میں ان بزرگوں کا نام زندہ رکھنے والے حالی اور شبلی باقی تھے وہ بھی ایک ایک کر کے دنیا سے اٹھ گئے۔ لیکن بغور دیکھا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کو حیات جاوید حاصل ہے۔

ہرگز نہیں ورنہ کدش زندہ شد بعلم

۱۲ باب موقع پر غلام خان کے اس شعر کو مستند مروج نے کچھ تحریف کے ساتھ لکھا تھا جس میں انہیں کا تنقید کیا ہے۔

اُن کا کلام جو اعلیٰ اخلاق اور سچے جذبات سے پُر ہو جس سے ان کے دل و دماغ کے صحیح ہونے کا پتا چلتا ہو اور اُن کی بلند نظری اور غرض و فکر وغیرہ کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے اس وقت بھی ملک کے لیے ویسا ہی سرمایہ افتخار ہی جیسا کہ آج سے پچاس ساٹھ برس قبل تھا۔ اس مختصر تمہید کے بعد جو دیوان آپ کی نظر سے گزرے گا وہ جناب غفران مآب نواب محمد مصطفیٰ خاں صاحب مرحوم و معزز رییس دہلی و قلعہ دار ہائیگر آباد ضلع بلند شہر المخلص بشیفنتہ بہار و دوسرے بہ فارسی) کا کلیات ہی جس کی اشاعت کا فخر ہمیں نواب صاحب مرحوم کے خلف الرشید عالی جناب نواب محمد اسحاق خاں صاحب ریٹائرڈ و جج صوبہ متحدہ و آئریری سکریٹری ایم ایس، او کلچر علی گڑھ کی کم گسٹری و اجازت سے حاصل ہوا ہے۔ چونکہ کسی شاعر کے کلام کے مطالعہ سے قبل اُس کی زندگی کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا ایک حد تک ضروری ہے اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ نواب صاحب مرحوم و معزز کے حالات زندگی اس موقع پر مختصر درج کریں۔

خاندان نواب محمد مصطفیٰ خاں مرحوم نواب عظیم الدولہ بہار و ازمک نواب مرتضیٰ خاں صاحب بہادر مظفر جنگ کے فرزند تھے۔ اور نواب ولی داد خاں

مرحوم خاندان بنگشس سے تھے جبکہ دہلی میں خاندان بنگشس کا عروج تھا وہ کوہاٹ سے دہلی تشریف لائے اور اپنے صاحبزادہ نواب مرتضیٰ خاں صاحب آٹمی شادی اُس زمانہ کے مشہور سپہ سالار اسماعیل بیگ خاں ہمدانی کی صاحبزادی نواب اکبری بیگم صاحبہ سے کی۔ اور جو فوج مرصٹوں سے اُس وقت برسرِ کار تھی اُس میں عمدہ دارہوئے۔

سنہ ۱۸۰۳ء میں لارڈ کلاک نے دہلی میں انگریزی سلطنت کی بنیاد قائم کی۔ اُس وقت نواب مرتضیٰ خاں صاحب کو لارڈ موصوف نے دہلی کے قریب ہوڈل پول کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا۔ اس دور میں جو سات رئیس با اختیار بنائے گئے تھے منجملہ اُن کے نواب مرتضیٰ خاں صاحب بھی تھے۔

سنہ ۱۸۱۴ء میں نواب مدوح نے جہانگیر آباد کا علاقہ جو پہلے راجہ کھووس رائے کی ملکیت تھا اور بجلت عدم ادائے مالگزار می نیلام ہوا خرید لیا اور گورنمنٹ سے سند تعلقہ داری عطا ہوئی۔ نواب صاحب کی رحلت کے بعد ہوڈل پول کے علاقہ کو گورنمنٹ نے واپس لے لیا اور اُس کے عوض میں اراکین خاندان کی پیشین مقرر کردی جو غدر ۱۸۵۷ء تک جاری رہی۔

نواب مرتضیٰ خاں صاحب نے جہانگیر آباد کا علاقہ اپنی حیات میں صاحبزادہ

مصطفیٰ خاں کے نام منتقل کر دیا تھا جو اُن کے بعد اُن کی اولاد کی ملکیت میں آیا اور اس وقت تک قائم و برقرار ہے۔

ولادت
نواب محمد مصطفیٰ خاں صاحب کی ولادت ۱۲۸۶ء میں بمقام دہلی ہوئی۔

تعلیم و تربیت
میا بھٹی مالا مال سے جو دہلی کے ایک مشہور بزرگ اور سربراہ اور وہ تعلیم میں تھے فارسی، عربی پڑھی اور علوم مروجہ حاصل کیے۔

حضرت مولانا حاجی محمد نواز دہلوی نقشبندی سے بھی جو جامع علوم ظاہر و باطن تھے خاصکرن حدیث و تجوید میں اُس وقت اُن کا کوئی ہمسرہ تھا آپ نے حدیث و قرأت کا استفادہ حاصل کیا۔ علوم دین سے آپ کو ایسا شوق و شغف تھا کہ طلب کی تشنگی کسی وقت فرو نہ ہوتی تھی۔

۱۲۵۵ھ میں جب کہ آپ کو حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی مکہ معظمہ

۱۲۵۵ھ میا بھٹی صاحب کا مزار دہلی میں حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں نواب صاحب کے سر ہانے ایک چھوٹے چبوترہ پر واقع ہے۔

۱۲۵۵ھ حاجی محمد نواز صاحب کا مزار سورت میں ہے جب آپ دوبارہ بارادھج جاسے تھے راستہ میں بمقام سورت شہان ۱۲۵۵ھ میں وصال ہوا۔

کے فاضل اجل عالم باعلیٰ حضرت شیخ عبداللہ سراج حنفی سے آپ نے صحاح کے ابتدائی حصے تہرگا پڑھے تھے جب تک مکہ معظمہ میں قیام رہا آپ برابر ان فیض حاصل کرتے رہے۔ مدینہ منورہ میں شیخ محمد عابد صاحب سندھی سے اکثر حدیث کی کتابوں کے خاص خاص مقامات پڑھے اور روایت کرنے کی اجازت حاصل کی۔ ان کے علاوہ مولوی کریم اللہ صاحب محدث علیہ الرحمہ سے جو خلیفہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدس سرہ کے تھے آپ نے کچھ علوم پڑھے تھے۔

عادات و ضائل و طریق ماند و بود نواب صاحب مرحوم رات کو باختلاف موسم دو بجے

سے ۳ بجے تک تہجد کے واسطے بیدار ہوتے تھے اور نماز تہجد اور صبح کے درمیان مسنون قیلولہ کے بعد صبح کی نماز مسجد میں جا کر سفر ہو یا حضراول جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے اور اکثر مسجد سے واپس آ کر اشراق تک و ظائف واذکار ختم کرنے

۱۵ از ذکر السیدین فی سیرۃ الوالدین مصنفہ حضرت مولانا شاہ محمد معصوم صاحب مجددی

مقیم مدینہ شریف ۱۲

۱۶ یہ حالات ہمیں مولانا ذیحی صاحب تنظیم راہنما اہل تہجد ۱۹۱۵ء عین ان سے ملاقات کا فخر حاصل ہوا تھا دستیاب ہو

مولانا موصوف کو ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۹ء تک نواب صاحب کی خدمت میں مسلسل رہنے کا اتفاق ہوا تھا ۱۲

کے بعد متعلقین سے ملتے تھے دس بجے کھانا تناول فرما کر قدرے قیلوہ فرماتے تھے اسی کے بعد ظہر سے پہلے پہلے حدیث شریف یا تصوف یا سیر کی کسی کتاب کا مطالعہ بھی فرمالیتے تھے۔ اول وقت ظہر کی نماز مسجد میں جا کر جماعت اوسلے کے ساتھ پڑھتے تھے اسی طرح عصر اور مغرب کی نمازیں اول وقت ادا فرماتے تھے عشا کی نماز کے بعد رات کا کھانا تناول کر کے بلا فصل استراحت فرماتے تھے بیماری کی حالت میں جبکہ راتوں کو نیند کم آتی تھی دیگر امر کی طرح داستان یا قصے نہیں سنتے تھے بلکہ کسی کتاب سے حمد و نعت مناجات یا منقبت اہل بیت پڑھو کر سنتے اور سو جاتے۔

عصر اور مغرب کے درمیان مصاحبین و اکابر مہمانوں سے جو آپ کی مہمانی لازی کے سبب اکثر موجود رہتے تھے صحبت بہتی تھی۔ مصاحبت میں مولانا حالی مرحوم جیسے لوگ ہم صحبت تھے۔ نواب مرحوم اسقدر کم گو تھے کہ ابتدا و ملاقات میں نئے آدمی کو خود داری کا گمان ہوتا تھا لیکن اُن کے جلسہ میں کسی اوسنے یا اعلیٰ کی غیبت کا گزر نہ تھا اُن کی صحبت متین اور مہذب ظرافت اور لطیفوں سے خالی نہ تھی یعنی زہر خشک سے جو ریا کے درجہ تک پہنچتا ہے برسی بھی دینی و دنیوی جوابات بھی بناوٹ اور تصنع سے کوسوں دور تھی۔

نواب صاحب کا اصول تھا کہ تمام خطوط کا جواب فوراً دیا جائے چنانچہ جو خطوط آپ کے پاس آتے تھے اُن کا جواب ہمدردانہ لکھوا دیتے تھے جس زبان میں خطوط آتے تھے اُسی زبان میں جواب لکھواتے فارسی خطوط کا جواب فارسی میں اُردو خطوط کا اُردو میں جواب دیتے تھے۔ آپ اپنے پیش دست کو عبارت خطوط کی خود تہیں لکھواتے تھے بلکہ وہ خط لکھ کر پیش کرتا آپ اس کی اصلاح فرما دیتے تھے اصلاح کے بعد خطوط صاف کیے جاتے تھے۔ ایک زمانہ تک خطوط نویسی کا کام نواب صاحب اپنے بڑے صاحبزادہ نواب محمد علی خاں صاحب سے لیتے رہے جس سے صرف انکی تربیت و تعلیم مقصود تھی مولانا فرحتی صاحب نے بھی جب مولانا بیرون بہا نگیر آباد میں طالب علمی کے زمانہ میں موجود تھے نواب صاحب انکی خدمت کو انجام دیا ہے۔ مولانا نے موصوف فرماتے تھے کہ ”نواب صاحب مرحوم ہمارے کھے ہوئے خطوط کی اصلاح میں محاورات زبان اور املا کا بے حد خیال فرماتے تھے یہاں تک کہ اگر کبھی میں لفظ ”تم نے“ کو ملا کرتے لکھ دیتا تو اُس کو کاٹ کر ”تم نے“ لکھ دیتے“ گویا آپ ہر لفظ کو علیحدہ علیحدہ لکھنے کے حامی تھے اور اُردو املا کے اس رسم خط کی ضرورت کو جسے آج کے مصلحان اُردو رائج

کرنا چاہتے ہیں آپ آج سے پچاس برس پہلے محسوس کر چکے تھے۔
 نواب صاحب کا خط نہایت پاکیزہ تھا قلم کا غزلیسا ہی خراب ہو مگر معام
 ہوتا تھا کہ مینا کیا ہوا ہے۔ باوجود خوشخط ہونے کے اپنے ہاتھ سے قلم نہیں بناتے
 تھے۔

جوانی میں آپ کو گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا۔ پیرانہ سالی کے زمانہ
 میں بھی اسی شوق کے یادگار کے طور پر ان کا اصطبل گھوڑوں سے مامور رہتا
 تھا۔

بزرگوں سے عقیدت و بیعت سب سے پہلے قدوۃ الہدایا شیخ الفقہا سید محمد ثلث

مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب سے جو شاہ عجم العزیز صاحب قدس سرہ العزیز
 کے نواسے اور دہلی کے مشہور محدث اور اکابر شیوخ سے تھے بیعت کی۔

ان کے وصال کے بعد شاہ ابوسعید صاحب اور شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ
 علیہم اجمعین سجادہ نشین حضرت شاہ غلام علی صاحب نقشبندی مجددی قدس
 سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ فیوض باطن کرتے رہے۔ آخر میں
 حضرت شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز سے تجدید بیعت
 فرمائی۔ شاہ صاحب نے آپ کو سلسلہ علیہ نقشبندیہ میں خلافت بھی

عطا کی تھی۔ شاہ صاحب موصوف اُن کو اپنے خلفائے اہل سے سمجھتے تھے اور اپنے مریدین کو تکمیل کے واسطے نواب صاحب کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔

نواب صاحب شب و روز مجاہد سے اور ریا سنت میں بسر کرتے تھے آپ کا کشف قبور اُس وقت مشہور تھا اور نسبت زبردست تھی۔ مولانا ولی البنی صاحب رامپوری جو خاندان نقشبندیہ کے صاحب کمال بزرگ تھے وہ

۱۵ شاہ صاحب کا مندرجہ ذیل خط قابل ملاحظہ ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم از عبد الغنی عظیم الاحسان نواب محمد مصطفیٰ خاں صاحب۔ سلام مطالعہ فرمائند۔
ناشانزدہم محرم الحمد ہجری ۱۲۵۴م سلمتی ایشان مطلوبہ پیشتر دست مومنی خاں مکتوب فرستادہ ام امیکہ
و عارض حق فقیہ مفرمودہ باشند۔ میاں اسد اللہ داخل طریقہ شدہ اندامید کہ بحال ایشان عجاوبت مبذول دارند
والسلام بلغزند عزیزہ محرزندان سلام برسد میاں عزیز و میاں رشید سلام خوانند۔

اکبر دوسرا خط بنویس، احمد جان صاحب کو پوری برادر مولوی سمیع الدخاں صاحب کے نام
شاہ صاحب نے بھیجا تھا جس سے ظاہر ہوگا کہ ان کے تلقینات و احکامات کے ساتھ کس درجہ تعلق تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از عبد الغنی
برادر عزیز جان علیم الدخاں المشہر بنمایاں احمد خاں سلام خوانند و مکتوب آں کرم فی الحال در مکہ منظر رسیدند
مطالعہ اوفحت و خط نام حاصل گشت احمد لد فقیر نا کتابت بخیر است و نیزین شام از مصائب دایرین مطلوب۔ بحر مست
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم علی آئمہ و اصحابہ اجمعین از رحلت نواب مصطفیٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ جو قبل چہ وقت ہارشل
نا تو ان رسیدند سے من ارچشم تو ای سانی خراب افتادہ ام + اما بلا سے کہ حبیب آید ہزارش مرجع گفتم۔

امام اللہ تعالیٰ و ایام کی حیدر و احیاناً نادایا کم فی دودہ۔ چنانچہ از طرفہ اوشان و صی برابیل و عیال بہتید از طرف من
نیز شاد و کیل ہستید۔ و لکن باشد و کیلا۔ عیال اوشان را عیال من شمارید و ذوق ما از صحبت ایشان بر شہید و شوق ما از
مجلسشان بر خواستید۔ سیر گل سر نریند و بہار آخر شد۔ از کیفیت ہائے خویش نوشید بسیار سے
محتو تلاشدم۔ چو با حبیب نشینی و یادہ پیمانی بہ بیاد آر حمان یادہ بہار۔

مخدومہ ولی باطل برست از دوسے چہ نوعی خیر است در حق کہ باطل یہ کثرت نفس امارا از دوسے ہر است بلند نفس باشد بغیر میل
نہ تابد نسبت حق و نقشبندیہ اگر چہ قلیل باشد تلیل نیست کہ مقفیس از مشکوٰۃ سنت نبوی است و سنت محبوبا
فخر گشتہ سے ادرکیں حکومت سے حیدر نشستہ ام + گوشتہ کہ اگر و شاند بام ما۔ والسلام
تردینہ ہمراہ مکتوب نواب محمد علی خاں درجہ نگار آبا و فرستادہ ام (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ ہو)

تھے کہ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے دہلی پہنچنے کی اطلاع نواب صاحب کو خط لکھ کر پہلے سے دی مگر اتفاق سے وہ خط کے پہنچنے سے پیشتر پہنچ گئے اور خط نواب صاحب کو ان کی موجودگی میں ملا۔ قبل اس کے کہ خط کو کھولیں یا پڑھیں ان سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ کیا آپ کو بھی اس وقت نسبت نقشبندیہ کی کچھ خوشبو آتی ہو۔ میرا داغ تو اس خوشبو سے مالا مال ہو گیا ہے۔“

مولانا عالی مرحوم کی زبانی نقل ہے کہ ایک بار نواب صاحب مولانا شاہ غوث علی پانی پتی کی زیارت کو پانی پت تشریف لے گئے۔ چند روز مولانا سے اوقات خاص میں صحبت رہی۔ وقت مراجعت و رخصت مولانا نے آپ سے مصافحہ کیا اور آپ کا ہاتھ ذرا زور سے دبایا۔ اسی طرح تین بار مصافحہ کیا۔ نواب صاحب فرماتے تھے کہ ہر بار میرے قلب میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی تھی جو بیان میں نہیں آ سکتی۔

(ذیل حاشیہ ۹) اگرچہ خود ہائیزد ہنریں نمایند و نتیجہ ہا اگر میاں ناصر و زید ہند در میان خود و میر عبدالحان و میر غوث علی و مولوی ولی البنی صاحب و ہمیشہ عزیزہ اہل خانہ میاں اموجان غفر اللہ تقسیم ہائیزد فلوس و در مکتوب نوشتند تا ہنوز ترسیدہ اند۔ از عبد الرحمن جمیل ہمیشہ و با خواندہ ہمد با سلام۔ تمام شد۔

مذہب کا احترام اور شرعی پابندی | آپ نہ صرف صوفی باصفا تھے بلکہ عالم باعمل تھے۔ اپنے

ذاتی فائدہ کے لیے کبھی کسی شرعی مسئلہ میں توجیہ و تاویل کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ مولانا حالی نے حیات جاوید میں آپ کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے تھے۔ مولانا حالی لکھتے ہیں :-

”ہم نے خود دیکھا ہے کہ نواب مصطفیٰ خاں مرحوم رئیس جہانگیر آباد ضلع بلندشہر کے پاس ایک موضع گر و تھا۔ بہت مدت کے بعد مالک نے اُس کو چھڑانا چاہا۔ ہر چند کہ رہن نامہ میں تمام منافع موضع مرہونہ مرہن کو معاف و سباحت کر دیا گیا تھا اور فک رہن کے وقت مالک بخوشی کل زر رہن ادا کرنا چاہتا تھا اور صفیتوں نے بھی اباحت کا فتوے دیدیا تھا لیکن اُس مرحوم مغفور نے یہ حدیث پڑھی کہ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَلَوْ افْتَاكَ الْمَفْتُوْنَ اور حقدور محاصل اُس موضع سے وصول ہوا تھا زر رہن میں سے سب مجرا دیکر باقی روپیہ رہن سے لے لیا۔ یہ بات دہلی میں آج تک مشہور ہے کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ اس احتیاط کے سبب کہ آموں کی فصل قبل پہل آنے کے عموماً فروخت ہو جاتی ہے جو شرعاً ناجائز ہے کبھی آم نہیں کھاتے

تھے۔ نواب صاحب نے اپنے علاقہ میں سختی سے اس شرعی احتیاط کو قائم رکھا تھا کہ جب تک کہ پورے طور پر پھیل نہ آ جائے اُس وقت تک فصل فروخت نہ کی جائے چنانچہ اب تک وہ قاعدہ جاری ہی۔ اسی وجہ سے شاہ صاحب ہمیشہ جہانگیر آباد کا آم بغیر کسی عذر کے کھایا کرتے تھے۔

ورع و تقویٰ جن ایام میں نواب صاحب با شہادۂ بغاوت قید و بند

میں مبتلا تھے ایک وصیت نامہ بنام مہین فرزند محمد علی خاں صاحب وغیرہم تحریر فرمایا تھا اُس میں بنظر انتظام جملہ متعلقین و متوسلین کے لیے مقدار مصارف بالتفصیل معین کر دی تھی۔ دیون کے ادا کرنے کی تاکید تھی۔ بعد وفات قضا روزوں کے کفارہ ادا کرنے کی ہدایت تھی۔ ان وصایا کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ احکام شرعی کی بجا آوری میں کیسے راسخ اور ثابت قدم تھے اور خدا کی ذات پر کس قدر بھروسہ رکھتے تھے۔ آپ نے اس وصیت نامہ میں منجملہ دیگر امور کے رمضان شریف کے روزوں کے قضا کا حساب اور اس کے کفارہ کے ادا کی تاکید جن الفاظ میں لکھی ہے وہ یہ ہیں ”تیسرے اوپر رمضان شریف کے روزے ہیں خوب یاد نہیں مگر احتیاطاً دس رمضان کے لکھ لینا جس کے دس چھینے ہوئے ہر روزہ کی بابت ایک شخص

مسلمان کو دوسیر گندم چائیں۔ جس کے مہینہ کے ڈیڑھ من ہوئے تو دس مہینے کے پندرہ من ہوئے ان کا دینا ضرور ہے مگر میری موت کے بعد کس سطح کہ زندگی میں یہ کفارہ ادا نہیں ہوتا پس جب میری موت کا حال سن لو جو شخص اس وقت میں زندہ ہو وہ پندرہ من گیہوں کہ ایک ایک فقیر کو دو دوسیر گیہوں دے۔“

سفر حجاز نواب صاحب نے یہ مبارک سفر اذی الحجۃ ۱۲۸۵ھ کو شروع کیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ اور نانی صاحبہ اور چند متوسلین ہمراہ تھے۔ بھتیجی تک منزل بننزل خشکی کا راستہ طے کیا اثنائے راہ میں اکثر بزرگان دین کے مزارات پر ضری کا موقوفہ ملا اور اکثر اہل اللہ سے قدیم سی کا شرف حاصل ہوا جس کی تفصیل آپ نے اپنے سفر نامہ میں لکھی ہے۔ جس کا فارسی نام برہ آورد اور عربی میں ترغیب السالک الی احسن المسالک ہی جو ان کی حیات میں طبع ہو چکا تھا ان ناگزیر مشکلات

آپ نے اپنا سفر نامہ جو دراصل اس مقدس سفر کا تاریخی روزنامہ ہے نہایت تفصیل کے ساتھ ششہ ہر مہینہ میں مرتب فرمایا تھا۔ جس کا عربی نام ترغیب السالک الی احسن المسالک اور فارسی نام برہ آورد ہے۔ آپ کی لکھی میں شائع ہو گیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے اس کا آخر دو ترجمہ مسیحین العابدین صاحب بی۔ اے نے سفر نامہ حجی فرخ آباد سے شائع کیا جس کا نام سراج مینر ہے۔ یہ ترجمہ بہت مقبول ہوا اور پانچوں فرزند ہو گیا۔ نواب صاحب کی دیگر تصانیف کے سلسلہ میں اس کتاب کا ذکر بھی ملاحظہ ہو۔

کے علاوہ جو ۱۵۰۰ء سے قبل برسی و بحری سفر میں جلال کو پیش آیا کرتی تھیں
نواب صاحب مرحوم کو ایک ہولناک واقعہ پیش آیا کہ جدیدہ سے آگے چلکر
ہماز چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا اور مسافر کشتیوں کے ذریعہ سے ایک ویران
جزیرے میں اتار دیے گئے۔ ہمازیں سے سامان خوراک بھی کم ملا اور آب
شیریں کے صرف آٹھ پیپے ہاتھ آئے اور ہمارے دوستوں سے نہ مل سکے۔ ایک
ایک پیالہ پانی ہر شخص کو صبح و شام پینے کے لیے ملتا تھا۔ چاروں کے بعد
سب کے مشورے سے نو آدمی ایک چھوٹی سی کشتی میں بٹھکر ساحل کی
تلاش میں روانہ ہوئے وہ سات روز کے بعد ساحل بحر کی ایک بستی
میں پہنچے اور اپنے قافلہ کی مصیبت بیان کی وہاں کے حاکم نے سات کشتیاں
مصیبت زدوں کی امداد کے لیے بھیجیں۔ جب اس جزیرے کا پتہ نہ لگا تو
پانچ واپس چلی گئیں۔ لیکن دو کشتیاں بہت کر کے بحرِ عجم کی طرف بڑھیں جن کو
یہ جزیرہ مل گیا۔ ان دو کشتیوں کو دیکھ کر سب خوش ہوئے جتنے آدمی سما سکے
ساحل کی طرف روانہ کیے گئے۔ مگر اس بُرے وقت میں نواب صاحب ان
لوگوں کے ساتھ رہے جو روانہ نہ ہو سکے تھے اور محض فضل خداوندی پر بھروسہ
کر کے اُسی ویرانے میں پڑے رہے چند روز کے بعد دو کشتیاں اُسی حاکم کی

دل بھی ہوتی اور پہنچیں مگر طوفان کی وجہ سے دس دن تک روانگی ملتوی
 جہاں کہ فی پڑی جب طوفان فرو ہوا تو نواب صاحب مع بقیہ ہمراہیان کے
 چل پڑے اور وہ سب سے آخر شخص تھے جو کشتی پر سوار ہوئے بالآخر
 ساحل لیٹ پر بخیر و سلامت جا آئے اور وہاں سے براہ مین غازم مکہ
 معظمہ ہوئے۔ اس واقعہ کو نواب صاحب نے اپنے سفر نامہ ”برہ آور“
 میں زبان فارسی میں حسب ذیل الفاظ میں تحریر فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں :-
 عَ اَنَا الْفَرِیْتُ فَمَا خَوْفِي مِنَ الْبَلْکِ - ہمہ حال بدیں نوع باں جزیرہ ریشیدہ
 جزیرہ بود و چہ جزیرہ کہ چشم حاسد ازاں فراخ تر باشد و دل لمیم ازاں
 کشادہ تر و معذرت نہاں کہ بسایہ آں توان نشست و نہ درختے کہ از میوہ
 آں بہرہ توان برداشت نہ آب را در اں وجودی و نہ دانہ را در اں
 نمودی نہ راہی کہ ازاں جا توان گزشت و نہ ساحلی کہ بانجا توان رسید
 حال جزیرہ بایں غرابی کہ گفتم طور سفینہ بآں زبونی کہ شنیدی اکنون چہ باید
 کہ دو چوں چارہ دگر نہ بود لاجرم جزیرہ فرود آمدن تا اجل مقدر ہماراں
 را گزرا نیدن ضرورت افتاد ہر چہ ازاں اسباب و کالائز آب بالا
 و دانہ جہاز بدید یا انداختہ آمد کہ تدریر فرود آوردن ایں بود و بس پس ہر گز

پیش ما ماندنی بود بکرم خالق بحر و بر باد شرط و موج دریا بشرط زور قی و ملاحی بجا
آورده با سپرد و هر آنچه رفتنی بود بهست دیگر بر و سپاس خدای را عزوجل
که بسیار آمد و کمتر رفت اما در آن حال نه از رفتن حزنی و نه از آمدن سروری
و همچنین بر امیل آب شیرین بدربیا انداخته شد رفتنی رفت و آمدنی آمد و
کذاک از اجناس عزدنی هر چه برآوردن آل در حوصله امکان گنجید و اکثرش
بهرنج و باجره بود که اهل کشتی تجارت بار کرده بودند بعد فرو نشستن غوغا چاره
سگالی را بر زم آراست و از پئے رانی زدن نشست گفتگوی بمیان آمد این
بود آب و دانند در اینجا وجودی ندارد و آب موجود نیست بر مهل و مردم زیاده
بر و صد کس و پیدا است که اینقدر آب سرمایه چند روزه تواند شد و تا چیز
بجای نرسد رسیدن سفینه معلوم در راه خبر بسته اند چکنم تا گره از کار کشاید
همه بیک حرف زبان کشوند که کار اندوست رفته است و آب از سرگشته
تدبیری ندانیم و چاره نمی توانیم جز اینکه در آن کوچک سفینه تنه چند از سر جان
بر خیزیم و نشینیم تا چه پیش آید و از پس پرده عیب چه رونماید هر چند اندیشه
بر نتابد که چنین کشتی از چنان دریا سلامت بگذرد اما اندیشه یعنی چه آنجا خوف
اگر از آب بحر است اینجا از آتش عیش ترشیده عذاب تشنه میری از آب

چوں تواند ترسید لاچارم بکلم الغزلون تیشبت لیل حشیش در آن زبول نروقت
 که حشیش پیش نبوده ده تن را که بعضی از آن خود و سرخیل آن مولانا فضل علی
 بودند با چندے از کشتی بانان و یکے مولوی برهان الدین که با نگارنده
 این فرخ نامه مواسات تمام دارند و بر بعضی ایشان را شناسا آید از
 اهل پنجاب اند نظرتی سلیم و فکرتی مستقیم ایشان راست و وجح سابق
 گزارده حالیا بغرم سکونت در انشرب البلا و قبله کل حاضر و باد میرفتند بعد
 انقصای چهار روز بریں و اهیبه بتاریخ چهارم شوال توکلا علی الدلتا بنده
 و سر و او ده رحمت الکی را منتظر نشستیم هر سحر که می خیزیم رو بدریای می خیزیم و
 هر شام که می خوابیم بر سانه سفینه می خوابیم دوازده روز از رفتن کشتی و شازده
 روز از شکستن جاز سیری گشت تا شام گاهے دوشتی خند نمودار شد
 و شب سیاه را با ماد و پدید آمدن مهرس از شادی آن زمان که فلک در
 دریا از بالا روز عیسو بر فلک دلا و پز ترمی نمود و انستیم رفتگان آمدند
 چوں ملاحان فرو شدند دیدیم یکے از آنان نیست و شکفت ز افاقه دیدیم
 هنگام پرس و جو بدینگونه داستان سرائی کردند که بعد هفت روز فرستادگان
 شما به قنقذه که کوچک معموره است بر ساحل دریا رسیدند و پیشگاه ما کم

که عرب دوله خواند ماجرا گزار آمدند و بیاری او با هفت سنبوق ره پیما شدند
 چند شبانه روز میانه دریا بهم تنگسخت جزیره پرداختم چو از جزیره سر لغی نمود ملا
 آن پنج کشتی را بسمت قنقذه برگردانیدند چند آنکه مولانا فضل علی و دیگران را
 منع کردند سودی نداشت و دلیری نموده بسمت بحر عجم گرم تلاش شدیم
 شکر شد که سعی ما مشکور آمد و گوهر مراد بکف افتاد القصه در روز ورق خورد و
 کوب این جم غفیر صورتی نداشت لاجرم یکے را بعد سه روز و یکے را بعد شش روز
 هر قدر مردم که گنجینه داشت اندر سر داده شد و خود تکیه بر لطافت کار ساز نمود
 همه را آن شورش کرده توقف پذیر آمد لعل السعدی در آن بعد از آنکه امر را -

از آنجا که خداوندگار را پابندگان خود رحمتی برتر از وصف است بر وز بست و چشم
 از شکست کشتی و کشتی دیگر مشاهده شدند ظن بدانجا به رنگ و بوسه داشت
 که نفحات یقین بدماغ میرسد که مبهوشان مار جنبش نسیم توفیق بخدا آورد
 و گم کرده را بان مار اخضر تحقیق از آواره خرامی استناید چو بکنار میرسد
 باز بهما نواها می نوازشناست و همان شامل ما می گمان تا هنگامه گفت
 و شنود آغاز و زبان سر گرم پیش رانگشت و نمودند که آن پنج کشتی که
 ره بجای نبرد راه قنقذه گرفت رسیدن بهما بود و باز گردیدن بهما که

ابر را ازین معنی غضب در گرفت و قمرش فرو نه نشست تا از جای برخاستیم
 یک کشتی دیگر افزود چند روز بهم جتیم ما قبت از تلام امواج و جوشش باد جدا
 شدیم که با حسب بخت و اتفاق بسا حل مقصود گزر کردیم شعر آواز گیت رهبر
 روادی محبت طوفان بود معلم دریای بیکراں را - از کار دیگران بجزیم که هنوز
 آب بکیل می پهایند باد دریاوای میسایند یا غم خانه کردند و برنج بسوی وطن
 آوردند بعد رسیدند سفائن غم جزم شد که این بار هر طور جمله مردمان را بگنجانیم
 غایت الامر از سامان و اسباب هر چه بگنجد بگزاریم این خیال مصمم شد و غم
 روانگی در پیش آمد مقارن آن حال طوفان باد و جوشش باران و اضطراب
 امواج پدید آمد سفائن صغیره را چه یار که درین ناهنگام پا از حد خویش فراتر
 نهند مصرع چراغ مرا باد و باران بسی استاده روز سبب توقف این شد
 چون هنگامه ابر و باد فرو نشست بعزم سفر برخاستیم و بتاریخ پنجم شهر ذی قعدة
 وقت عصر آنرا خبر ابر و چیز باو گفته و کشتی نشستیم و رخ بسبت لیث کردیم شماره
 ایام اقامت آن جزیره یک ماه و پنج روز است چون دریای غم موجی
 نه باندا نه دار و غالب بیم هلاک بود و بحریان خطرناک اما آنجا که صیانت
 ایندوی باست بهیچ آب و آتش گزند نتواند رسانید سالما و غامناست سرج

ہشتم نصف النہار بسا اعلیٰ رسیدیم احمد سعد علی ذلک حمد اکثر
 ان لہ ہر ثوراً وجوراً وکان امر اللہ قدر المقدوراً حالیا پیش انانکہ سخن
 از باب دیگر گویم ماجراے آب بر زباں آریم کہ با آن مایہ کمی تا این زمانہ دراز
 باینہم مردم کہ اندازہ کثرت شان پیشتر گرفتہ چوں وفا کرد تا بدائع قدرت کاملہ
 آفریدگار دریائی بشنو کہ جامی شام و جامی بگاہ چوں ساغر مہر و کاسہ ماہ بخش
 ہر یکے بود و باین احتیاط چشم آں بنود تا پانزدہ سبت روز روے آب بینم
 و ہنگامہ ہنگام قسمت دیدنی داشت ہر چند کہ کس پیشناہ اما بمشائے روشن
 نادیدہ بدیدہ مردم جلوہ دہم و ہجوم تشنگان گرد صاحب تقسیم بمشائے ابنوہ
 باد اخوار ان چپ و راست می فروش با ہماں جوش و ہماں خروش عطش
 زدہ پیش بسوے آب چوں مستی بہائے خم شراب بخود افتادہ تشنہ را با کاس
 آب آں معاملتی کہ خوشی را با جام بادہ یکے نواست العطش العطش بگنبد نیائی
 رسانیدہ یکے ز مہر پچانہ گراں تر دہ باں سیر آہنگی سرودہ کہ زہرہ از غنیمت
 بزم نشاط بر چیدہ اسے حسرتی زیر و بم پیش کش سخن سادہ گوئی داستان
 ماتم را با دنا و فی سراسرے شعور و دانگیز را بصوت حزین در دلائل تر کن
 حدیث پر شور بکلاحت بیان نکین تر مساز افیون در شراب میا منیر کالہ

دل با سرشک مریند از نظیر و مثال بگز رساده بر سر داستان طرازی شو بگو تا دگر
 چمی گوی چون در دو جام که همت میشد بر رخ عطش از کجائال بختن را سر مایه کو
 تا کام بخت طعام از آب شور بود تراوش ابر رحمت ہیں که سبحانی آمد و بارانی
 بارید مغاکا کندیدند و آوند هانها دند قدرے آب فراهم آمد و دوسره وزیر اسنان
 شراب و طعام بر وجه هایت همیا گشت - این پس بخاطر حقیر گزرا نیند اگر
 آب و ریاجو عنق کشیدن آید شاید که کشید آرزو نوشیدن را شاید امتحان درست
 اندیش و انمود سلنا طعم عرق داشت اما در اجائگاه نوشین تر از آب حیات
 و شیرین تر از شراب قند و نبات بود و طول کوتاه درین هنگام که پیدا صورت
 سختی داشت پنهان چه موهبت های جلیل و عطیه های جمیل که از زانی نشد
 اگر همه بکنه ارم از نعمت ریا و سمه می ترسم و اگر همه را گز ارم از نعمت کفران
 نعمت می هر اسم نعمت ها از خداوند دیده ام و اما بنعمت ربک فخرت شنید
 خاموش چه توانم بود میگویم هر چه بادا باد تاستی باین صحاکیش نیست چنگ
 در دامن عبد المذبح میزنم و با قندای ایشان زمر می سنجم خدا از آفت
 ریا نگاه دار و موهبت خشتین آن بود که ولی عطا کرد و صبور و زبانی سپاس
 گذاردل و قضا محضت ها و لب سرگرم ثنا از بدایت تا نهایت ناشکیبی کرد و سر

پروہ ضمیر گشت و از آغا ز تا فرجام بقیاری در پس کوچه مخمول مانداگر باورداری کہ
 دروغ گفتن روا نیست سخن مرا با و کن دلائل شناس و گزاف مدال و
 شکرت گیر و این نہ حد چوں منی بود ہر آئینہ لطفی بود از لطائف جل شانہ
 و عم نوالہ چوں لطف ادا کار فرما شود ذرہ غور شیریں کند و قطرہ دریائے دگر
 و ردادی بے آب و دانہ آب و دانہ چہ گوئے عطا فرمودند باز از چنان شوار
 جائے چہ آسان بر آوردند و دیگر یکے ہم ازین ہمہ آسپسی ندید و گردنی نیت
 کار افتادہ شناسد کہ در صورت چنین وقایع این معنی پس نادر است
 و اروس و کالاہم از بسیار اندکے و از حد یکے رفت شمارہ آلاے ایزدی
 از بیرونی تنو مند ان بالاتر است تا از ناتوانی چہ آید خوشتر آن است کہ
 سوال فراوانی نغمہ بشمار تار و ز شمار و خواستگاری مواہب بحساب تار و ز
 حساب نمودہ صرف نفس بد است آن طرازی کند مستور مباد کہ بتاریخ ہم در
 لیٹ آبدیم قریہ مختصر لیٹ -

حج و زیارت بیت اللہ وہاں سے براہ خشکی روانہ ہو کر منزل مقصود یعنی مکہ معظمہ

پہنچے اور زیارت بیت اللہ کی مسرت نے تمام مصائب سفر کو بھلا دیا۔ حج
 سے فارغ ہونے کے بعد نواب صاحب کی والدہ ماجدہ اور نانی صاحبہ نے

چار روز کے فضل سے یکے بعد دیگرے مکہ معظمہ میں سفر آخرت اختیار کیا۔
 اور اُسی خاک پاک میں جنت البقیع کے مقدس قبرستان میں مدفون ہوئے۔
 زیارت مدینہ منورہ مکہ معظمہ میں دو ماہ پانچ روز قیام کرنے کے بعد آپ مدینہ
 منورہ کو روانہ ہوئے۔ جس ذوق و شوق اور جس سچے خلوص کے ساتھ
 آقائے دو عالم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے
 تھے اُس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔

جب آپ کا قافلہ قریب شہر کے پہنچا شیخ الحرم تشریف لائے اور پوچھا کہ
 محمد مصطفیٰ خاں نامی کوئی شخص اس قافلہ میں ہے۔ لوگوں نے اثبات میں
 جواب دیا۔ شیخ نے نواب صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”آپ میرے
 ہمان ہیں“ نواب صاحب نے جواب دیا ”مجھے اس سے زیادہ کیا
 فخر ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ میں ابھی یہاں بالکل نو وارد ہوں سر دست مجھکو

۱۔ واقعہ نواب صاحب نے اپنے سفر نامے میں نہیں لکھا ہے۔ بلکہ آپ نے اپنے ہمراہیوں میں
 سے ان انخاص کو جنہیں اس واقعہ کا علم تھا مامور کر دی تھی کہ وہ کسی سے اس امر کا ذکر نہ کریں۔ مگر
 مولوی محمد احمد جان صاحب خلیفہ شاہ عبدالغنی صاحب برادر اکبر مولوی سمیع الدخان صاحب سی۔ ایم۔
 جی۔ مرحوم جو نواب صاحب مرحوم کے دوست اور پرہیزگار تھے اس واقعہ سے واقف تھے۔ لیکن انہوں نے بھی نواب صاحب سے
 یہ وعدہ کر لیا تھا کہ وہ انکی زندگی میں اس واقعہ کا عادی نہ کریں گے مگر نواب صاحب کی سرگرمی مجلس کے بعد اسکا تذکرہ کیا تھا۔

اس عزت سے معاف فرمایا جائے“ اس پر شیخ نے صاف طور پر اپنے تشریف لانے کی وجہ بتائی اور فرمایا کہ ”نہ میری مجال کہ معافی دوں نہ آپ کی طاقت کہ آپ معافی مانگ سکیں۔ اس لیے کہ“ مجھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوتا کہ میں جا کر حضور کی طرف سے شرط معافی بجا لاؤں یہ سنت ہے آپ پر ایک حالت و جہد طاری ہو گئی“

سفر طائف مدینہ منورہ میں ۳۹ روز مقیم رہنے کے بعد مکہ معظمہ کو واپس ہوئے اور مکہ معظمہ سے طائف تشریف لے گئے۔ یہاں کے قابل دید مقامات دیکھے اور جو یاد گاریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی موجود تھیں ان کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

استغنا قیام مکہ معظمہ کے زمانہ میں مسجد حرام میں ایک کردستانی بزرگ نے یہ معلوم کر کے کہ نواب صاحب کی کشتی ٹوٹ گئی تھی سرمایہ تلف ہو گیا ہوگا

۵ روزی از روز با بعد نماز در مسجد الحرام ششمین یوم عزیزی از کردستان پہلو سے من بود گفت پارسائی گفتم آری گفت تو نے آئی کہ کشتی تو شکست گفتم آری گفت ایں نہ بیت اللہ است گفت آری گفت نہ ایں جائے خلا نیست گفت آری گفت ما شنیدیم کہ عزیز کشتی شکست مرا از غصہ جگر خون است و انہم ساز و سامان رفتہ باشند و بزرگ و نواب تلف گشتہ خاک پیش من است بگرہ ساز برگی بس از این گفت و کاغذی پیچیدہ (تقریباً ۲۵۰۰ پیکو)

نامه که محال بخيال آمده انتشار شبهه گشته خيالیست او هر من پنج العنکبوت پنهان
 مباد که در ماه گذشته خلاف افتاد جمهور بران بودند که هلال ذیقعد بر روز بست
 و نهم شوال جلوه گر گشت و بعضی روزی امرا سلخ می دانستند و مقبول اهل جهانگیر آباد
 قول اول بود و اکثر ارباب شاهجهان آباد را بتقریب ملاحظه تواریخ مراسلات
 شان با خود موافق یافته این بود که بست و پنجم ذیقعد بعنوان مکتوب مکتوب
 گشت نمی دانستم که ملازمان بقول مرجوح گردیده اند پس بحسب حساب مختار
 خدام بست و پنجم بست و چهارم خواهد بود و پس حال رقیمه مرقومه بست و پنجم از
 جهانگیر آباد به بست و پنجم بدلی رسیدن از مستعدرات نیست فضلا عن الحالات
 کما وقع و السلام مکتوبه سوم ذی الحجه سال هزار و دویست و چهل و نه نامه چهارم و پنجم
 بنام جناب مولانا صدر الدین خان بهادر آزرده خواجه بنده نواز سلامت جانین
 شوقیکه من و ارمند اندام سدره اهل کیست و با این بیطاعتی تاب شکن حیرانم که باعث
 ضبط حدیث مگر تغافل خدام از فواید نعمت محروم پسندیده که تا مقناطیس بخود
 نکشند این را بشرف پاهوس سر فلک کشیدن محالست و تا شمع چشمک
 نزنند پروانه ساهوس گرد و گرد دیدن و رتبه بال اکنون که لختی بوی التفاتی می
 شنوم مژده ایست که زود رنگ اینمن رشک چمن می بینم فرد

لطفش بزم دلکش او حسرتی کشد چوں بوئے گل بباغ برو عندلیب را
 بعد عمری جاں نواز نامه نواخت و پس از دیر باز سامی صحیفه در نظر خویشم
 گرامی ساخت هر چند شکر و شکایت سزاوار است اما خامش که اجتماع ضدین
 بیرون از چیز اختیار است در باب فخریاب جانب حریم نواب حمید الدوله بهاد
 که فرمان رفته است در وندادن فتوری در بستان سمر بر زبان آمده ابواب
 تعجب کشود که ملازمان چرا با جا بیت سوال در لطف بر روی شان و انمودند
 رنج انتظار فرمان این فرمان پذیر بموکلان آں بروند منکبه بفرمان شما رخنه در
 کاخ رویتن و سوراخ در سد اسکندر کتم تا باین دیوار گل چه می کردم قصر اگر قصر
 بهشت است و باغ اگر باغ جنت از دوستان درین داشتن روان نیست
 که رخنه در بنیان مهر و وفا نیفتد که اصلاح آں سهل است و درستی این مشکل
 و دشواری را بر آسان پذیرفتن شرط خردمندی نیست تا مقتضای محبت شود و اد
 چه باشد و السلام بالوف الغلام در ماه حج سال هزار و دویست و چهل و نه بستان
 اول آخر ایام تشریق بقلم آمد نامه پانزدهم سحان السد مشربی گوهر جوی و
 فروشنده خرف ریزه در دکان پیش آوردن پے آزرمی در و بر تافش باقر مانی
 بخشین پذیر افتاد که دویس نامقبول تر بود صحیح که قبول افتاد پس عذر و شرف

غزل

<p>مزن طعنه کاین نقش شکل نشیند نه خوراک از ره بود عالم را همه عمر خود را بجزرت فروشد کفتم ناز آهیکه از سینه خیزد تو بروام خود تکیه داری و گرنه نه پیش تو فرزانه دیوانه خیزد بخونی جزا بری که گوهر فشانند چو رامم کنی فارغ از من نباشی فزول از دودم خسته در غلغلطه نعل حمری چون تاست کارش</p>	<p>که بر تربت کشته قاتل نشیند یکمی که در شکر باطل نشیند و راندم که کس از تو غافل نشیند دهم داد تیریکه و ردل نشیند ندیدم که صیاد غافل نشیند بزم تو دیوانه عاقل نشیند پونی براهی که سائل نشیند که آساں ردا آنکه مشکل نشیند بگوئید کاسوده قاتل نشیند ز خلوت بر آید بمجمل نشیند</p>
---	--

نامه شازدهم مصرع بابا بالغات نه این چه ماجراست - تعافل
 از حد گذشت قتل را مجال نماند چه کرده ام که چنین می رود ندیده ام که خواهر بنده را
 این نار و آتش پرورش فرماید نشیند ام که دوست بادوست بچشم تیره و
 ره زیست نماید خدا را این نو آیین آئین آموز که بود این شیوا شیوا

جاست پسند از کجا بود علاج بمثل نیز مثنوی از معالجه است همبزن جاوه خراشش
 میخواستیم اما این شرف نای گذشتن به اتاب کو بیست

اگر تو فارغی از حال دوستان بیا * فراغت از تو میسر نمی شود ما را
 نامه همقد هم بنام ذاب عبدالمدغال بهادر پایه افزا صاحب دالان نامه آمد و مرزده

اعتبارم داد اگر موالات موالات پذیرد جاوه دگر دهد و ارج و گزافان رفته است که عظیم
 بلا شرط خدمت که فرماں رسد میسر برائے مفتی محمد قلی صدر الصدور ازین رو که بالا

دل خوش ندارد و بخو استگاری او از امانی صدر خواسته است بعالیج خدمت باز
 گویم ندایت این حکایت خود بر ضمیر بخیل نظیر عکس افکن شده است بنا بران سخن

از ماجرای نشنوده میرو که از باب صد چنین پاسخ باز دادند که این آرزو را
 زبان تمنی بر نیاید بے استدعای مستدعی امری صورت نمی بندد و کاری که

کشاید و تنش نه بسته اند و قلش شکسته چون خواهش از قبل حاکم من تلقا نشود
 خوش بود نه تمنای مفتی بعد ازین مصلحت ندید که اسکوت ضحاکان من بیدار

الامر وله العظمه والکبرياء والجبروت وازار اجیف عوام دیگر نیز مهست
 پذیرفتن نشاید و نوشتن نباید یا بجامه هنگام درخورد با حاکم در مطلب مطلب

و پیشگاهش ذکر می کنم خاطر آئینه آئین جمع و تابش لمعه اقبال جگر سوز

مستنل شهبان سنه هزار و دصد و پنجاه و یک بقبط تحریر آمد ثامنہ مجاہد ہم
 ایضاً بنام نواب عبدالعزیز خاں بہادر شتافنو از احادیث شوق کہ گزین دستک است
 از کار نامہ عشق نہ چنان نیست فرمود روزگار شدہ کہ تمنائے کوہکن پوسل شیریں
 باور کردن از دیدگمانی باشد بدگمانی را آل مایہ روز بہ بازار کہ در عداوت دیوانہ
 بخند باشد ہجی خاطر شک اندوستانن در چار سوے سادہ لوحی شاکہ میزلی
 بدست آوردن است پس را چہ افتاد کہ در پوئین خویشتن افتم و گر وہی را بسوے
 سورطن خوانم و قومی را سادہ دل لقب ننم کہ غمتی دل خالی میشود و مراد دل وارتہ
 از نیک و بد زمانہ و خاطر فارغ از دُ و قبول روزگار و ہر گاہ سود و زیان خود جمع
 و پریشان نکنند و ستان را چہ محل شکایت و دشمنان را چہ مجال سرزنش آما
 ننگ تنگ و وصلگی را چہ در مان ہماں بہتر کہ راز درون در میان ننم و ہجانی
 بہادر عرصہ اختلاف گذر ندہم مرا کہ چمن آراے اینکلاف و استشنائی کردہ اند جیف
 باشد کہ خار زار مخالفت و بیگانگی پیراستہ آید سیح را دم ہاں بخش دادہ اند آزار
 مردم ندہد خضر را بلد راہ آفرید اند غول طریق نگر و سعادت را ببال ہا بستہ اند
 براثر بیم زرد فرو

گویند حرف شوق زمینی تھی سپس * اس حیرت کنوں سخن بڑا کنم

روزگار است که همایون نامه دل را بر تو چشم را فروغ و خاطر را فراغ کم می بخشد
 مهر البجده دوست را به تسلیم و زبان را به پاس کمر گسترخ می کند گناهی زلفه
 است پاداش چه است بدیت

پایب چه کرده ایم که مخصوص جان است * این تیغ زهر داده که ناشی تغافل است
 داستان بختی محقر قلی بن بطیکه گوش از شنیدن سر بر نتابد و دل از پذیرفتن بسته
 نیاید در نامه سابق گذارده آمد مصرع دیگر هر چه گویند افسانه است -

افسانه در از شد و نه اینقدر فرمان وقت بود و شوق سگالده که هنوز سطره از کتاب
 ننوشته آمد و من در حجاب که به پیمانه زحمات و دین رفت لازم متعاری گشت
 خامه افکندم و نامه نور دیدم سلام سلامت انجام پذیر باد - نامه نو^{۱۹} و دهم
 بنام نجم الدوله مرزا اسد الدخان بهادر غالب که گلشن بے خار تذکره مولفه را تم طلب
 فرموده بودند و هنوز با تمام نرسیده بود و چیزی چند با وجود ناتمامی ارسال یافت
 سخن پناه سخنها امید گاه سلامت اگر چه اندر باز می رانم که ملازمان را بسوی سفینه
 که بغرق ریزی حکمت پریشانم در گرد فراهم آمدن است علاقه خاطر هست
 اما در آن بنم که نمی رسیدگی چند فراراه داشت یک آنکه عرض خرف نل جوهر در
 نظر مشتربان گوهر نه اندک تشویر است و پیش آوردن متاع کاسد و پیش خریدار آن

سرہ نہ کم خجالتست دوم آنکہ ہنوز تشریف تمامی در برداشت بسا سخور کہ سخن شان
 بنقطہ انتخاب توشیح نیافتہ و فراوان زبان آور کہ ترجمہ شان بضمط تحریر نیامدہ
 اکنون کہ آوازہ کس التفات بتازہ آویزہ گوش گشت تامل را محل نمازد حجاب در
 نقاب شدایں نوخاستہ شاہد شوق و شنگ مصرع ینم پوشیدہ حلہ بیباک
 در اں انجمن جلوہ گری می کند دریں صورت اگر بد لے جان کند صورت دارد و جا
 دارد اما سخن را با آن اداس شناس سخن نسبت قیس و لیلی است اگر لیلی در نظر دیگر
 حسنی ندارد از کجا کہ در بابے قیس ہم نیست مصرع عاشق پہنیم جلوہ سرا پاشان ^{ست}
 نامہ ہستم بنام حکیم محمد موسی خاں صاحب موسی تخلص گرامی برادر ہمہ آگاہ
 نامہ مہر جلوہ پر توانداخت نوید روشن ستارگی آورد ستایش گر یہا میخواست
 روے دل ندیدیم کسے را کہ زمانہ محنت سرا باشد مرا چہ افتاد کہ تہمت ابنمازی
 بر خود بندم فرماست کہ فرماندہ مرا و آباد را نامہ بنگارش آید خود از دیر باز دم در سرت
 باد واد و جستجو با جز اینقدر کہ ہم اختر ہفت اختر است نشانی از قرار جاے او
 پدید انگشت دریں حالت نامہ بر رسالت کجا و کار رساندا نیم بخیاں است کہ زمان
 فراہم آمدن پرانہ طبعان ہند بر ساحل دریائے گنگ چندے وقت می فروشد
 چوں آنرا وقت رسیدہ رسیدنش را امیختہ است یکے ہم و را انجاسرہ ^{است}

گیر و زیاده هر چه نویس آرزو و شوق است که نتوان نوشت نامه پست و چم
 بنام مرزا اسدالسلطان غالب مختار غزل تار نه و رود که بشیم گل و لطف مل بود
 مرا از من بر بودم خوشم کرد و بدستم نمود بدستی ترا نه منی بار آ و روز بان بگفتا ر کشود
 هم در آن زمین گلی چند جلوه فرمود و گر فتم و بسته بستم که بزم خواجه فرستم آری آری
 گل گفتیم نه از بهوش است لیکن تو که گاهی از خود زفته قدر بهوشی ر اچه دانے
 خاموش غزل

در شهر کس نمانده که منتش نکرده کس	رحمی کس نخورده و ممنون نکرده کس
جز می علاج خاطر مخول نکرده کس	آز رده گشوم بنگه شاد می کند
دست کرم کشاده و ممنون نکرده کس	ورز و صلا می جلوه و خلقی بیشک جنوت
کاندا بروز فال بهایوں نکرده کس	تا وصل اوز بخت ندانم که ام جور
رفشک بلک و جاہ فریدیوں نکرده کس	نادم به اہل عشق کہ بقیس غیرت است
تقریض بطریقہ مجنون نکرده کس	صد گونه اعتراض بگفتا به علی ست
از دل خیال بزم تو پر دل نکرده کس	گر غیر ورشک عزیزوں کو کرده باش
کس را بروز والہ و منتوں نکرده کس	اے دل ز جور یار شکایت چه می کنی
سویم بالتفات نظر چون نکرده کس	خونم چکد ز دیده و برقم جہد ز لب

نواب صاحب کی رسم و اتحا مفتی صاحب سے نہایت مستحکم تھی۔ تذکرہ گشت
 بنجار میں جہاں مفتی صاحب کا حال لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”ایسا کوئی دن
 نہیں ہوتا کہ مفتی صاحب سے ملاقات نہ ہوتی ہو۔ اور میرے اعتقاد میں
 جس روزانہ کی مجالست کا شرف حاصل نہ ہو داخل ایام عمر نہیں ہے“
 ہم کو معلوم ہوا ہے کہ دونوں بزرگوں کے دولت خانوں میں زیادہ فصل
 نہ تھا اس لیے اکثر باہم آمد و شد بہت تھی۔ جب سفر حج سے واپس ہو کر نواب
 صاحب وارد بمبئی ہوئے تو مفتی صاحب کے خط کے جواب میں ایک قطعہ
 فارسی بیس شعر کا نواب صاحب نے لکھا تھا جس میں سے چند اشعار بطور
 یادگار ہم بھی لکھتے ہیں۔

ہر طرف کو تواسے ہر اوج فضل * روحانیت زمین سما کردہ ایم ما
 و کعبہ و آستان مسیح تو خواندہ ایم * و نذر مدینہ بر تو ثنا کردہ ایم ما
 ہر جا کے کان محل اجابت شمر دہ اند * حق و فادہ مراد اکر دہ ایم ما
 اس قطعہ کو نواب صاحب نے حسن خاں صاحب مرحوم نے اپنے تذکرہ موسومہ شمع انجمن میں درج

۱۔ نواب شفیقہ اور نواب صدیق سن خاں صاحب مرحوم سے غرض مراسم تھے جس کا ذکر نواب صدیق حقیقی صاحب نے
 اپنے تذکرہ شمع انجمن میں نواب صاحب مرحوم کے تذکرے میں کیا ہے۔ یہ لکھتے ہیں ”محرم سطور در زمانہ قیام شاہجہان آباد
 کے قریب بود و سال خواہ بود بفریب طلب علم و دولت گذر اپشال پاس اقامت (یعنی نوٹ صفحہ ۳۴ پلا خطروں)

کیا ہے۔

دائرہ احباب نواب صاحب کی ذات گوناگوں صفات کی جامع تھی۔ اہل امارت

میں امیر تھے تو ارباب فقر میں فقیر طبقہ علما میں عالم تھے تو زمرہ شعرا میں شاعر اور اہل ادب میں ادیب۔ اس لیے آپ کا دائرہ احباب بھی بہت وسیع تھا۔ بعض اصحاب ہم فنی کے لحاظ سے آپ کی ملاقات و دوستی کو موجب فخر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) افشو و تالیف حیات بود بخط و کتابت یاد و شاد میفرمود و ترغیب اساناک الی حسن المساک و تذکرہ مجلسین بنیاد بود و ان شعر فارسی و سالیہ آورده از تالیفات ایشان باقی ست مسلک مذکور و در ۱۲۸۱ از دہلی بدینہ نزد کاتب حروف فرستادہ و در ۱۲۸۲ ہجری گئی افواج ہند ہر گاہ تہمت غدر مبتلا شدہ بحبس افتاد و بحر سطور بواسطہ بعض حکام سہی موفور در اخلاص بکار برد و حق تعالی اور انان حقہ کو و نجات بخشید حظی بحر سطور سیر و کہ ہمارے شش باقظ این ست خط سامی کہ در زمان مبتلا بودی مخلص بہ بند بایام صدر الصد صاحب بہادر رسیدہ بود بر طبق اس صاحب مدوح آنچنان مساعی جمیلہ و کوشش ہا سے نبیلہ فرمودند کہ صورت نجات مخلص بظہور رسیداری مقتضائے محبت ہا سے سامی ہیں بود این احسان فراموش شدنی نیست انوں نجات صوری رود و لیکن نجات معنوی باقی ست یعنی ہائے او وغیرہ وجود معاش ہنوز مطلق و گذشتہ نشدہ این مقدمہ ہم باجلاس صدر الصد و موصوف سپہاں سرور ست افتاد کہ با نجات اطلاع کتم تا نام نشان خدسفا ریش چنانکہ سلبی تو مشتمل اند ترقیم فرامیندہ تحریر ایمنی کہ قطب و اس امر شکر گزارانی خواہم شد بفضل ست کہ میان ما و شاگنیش سچا مونسیت کہ یاد از بیگانگی ماید و ظاہر ست کہ بار این منت بس عظیم خواہد بود مورخ یکم شعبان ۱۲۸۶ ہجری اتقی چون این خط آمد خطی دیگر بنام موسی علیخان صدر الصد و رسالہ سندیدہ نوشتہ شد وینہ و معاش بکوشش و کوشش بسیار و گذشتہ شد و بعد از کوفی رہتہ اللہ تعالیٰ

سمجھتے تھے۔ بعض حضرات جو علم و فضل کے جوہر شہناز تھے آپ سے رسم مودت پیدا کرتے تھے۔ اربابِ طریقت بتقریب ہم مشرعی آپ سے ملتے تھے۔ بعض کے مراسمِ امارت و ثروت کے تعلقات سے وابستہ تھے۔ ان میں سے بعض احباب کا ذکر جمیل موقعہ بہ موقعہ ان حالات کے ضمن میں آیا ہے۔ ان کے علاوہ خاندانِ کبویاں سے بزرگانِ میرٹھ میں آپ کے احباب نواب احمد اللہ خاں ونشی ممتاز علی خاں (اس نام کے دو بزرگ تھے) اور حافظ عبدالکریم صاحب رئیس لال کُرنی اور شیخ محمد صاحب تھانوی تھے۔

غرض ۱۸۵۷ء کے بعد سے نواب صاحب کے رہنے کا اتفاق زیادہ تر جہانگیر آباد میں ہوتا تھا جہاں نہ دہلی کے سے علمی چرچے تھے نہ اہلِ کمال کا وہ جھگڑا۔ اس لیے شعر و شاعری کا شغل بہت کم ہو گیا تھا اور دراصل جب سے زیارتِ حرمین شریفین سے واپس آئے آپ کسی دوسرے ہی حال میں تھے چنانچہ فرماتے ہیں ۷

۱۷ یہ مولوی شیخ محمد صاحب بڑے عالمِ زاہد اور صوفی مشرب بزرگ تھے تمام بھون مطلق
مظفرنگر میں اُن کا سکون تھا۔

امی شیفٹہ ہم جب گئے ہیں حرم سے * شوقِ صنم و خواہش صہبا نہیں رکھتے
 بلکہ تذکرہ گاشنِ بچار کے دیکھنے سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ آپ نے سفر حجاز
 سے پہلے ہی اس شغل کو کم کر دیا تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”چوں ربطِ بایں فن از
 دیگر اشغالِ عالیہ و فنونِ شریفہ بازمی دارد اکنون دیگر گاہ ست کہ سروکار نمیت
 مگر تجرباکِ محفلیان گا ہے از وارداتِ جدیدہ اتفاق می افتد آں ہم بعد
 سالے نہ کہ ما ہے“ مولانا حالی نے فیملی کیلیاتِ نظمِ حالی میں جو ویسا چہ لکھا ہے
 اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب صاحب اپنی زندگی کے آخر چند سال میں بھی
 کبھی کبھی فارسی میں فکرِ سخن کرتے تھے غالباً اس کا سبب مولانا حالی کی وہاں
 موجودگی ہوگی۔ مولانا مرحوم بوجہ تعلقِ ملازمت ۱۸۶۳ء سے نواب صاحب
 کے اخیر وقت تک وہاں رہے تھے۔ مولانا حالی سے یہ بھی نقل ہے کہ نواب
 صاحب اواخرِ ایام میں خواجہ حافظ کی روش پر فکرِ سخن کرتے تھے۔

اولاد نواب محمد علی خاں جو ریاستِ راجپور میں ریونیو ممبر رہے ہیں اور لارڈ

لینسٹون کے زمانہ میں ایمپریل ایجیلیٹیو کونسل کے ممبر بھی تھے فرزندِ اکبر تھے
 ۱۹۹۰ء میں راجہ ہی ملک عدم ہوئے۔

نواب نقشبند خاں دوسرے فرزند تھے ۱۹۷۱ء میں انتقال کیا۔ تیسرے

صاحبزادے نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ہیں جو علم دوستی اور مکارم اخلاق اور دین و دیانت و سخا و کرم ہیں اپنے والد بزرگوار کے صحیح جانشین ہیں۔ صوبہ متحدہ میں ڈسٹرکٹ ججی کے عہدہ پر مستانہ رہتے۔ چار سال تک مدارالعلماء ریاست رام پور بھی رہے۔ اور اب پنشن یاب ہو کر ایم اے او کالج علی گڑھ میں آنریری سکریٹری کی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں خدائے تعالیٰ ان کی ذات ستودہ صفات سے تادیر قوم کو مستفید ہونے کا موقعہ عطا فرمائے ان کے علاوہ دو صاحبزادیاں بھی جن کا انتقال ہو گیا ان کا عقد بھوپال میں نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کے برادر خرد کے فرزندوں سے ہوا تھا۔

نصایف و شاعری | اولاد کے ذکر کے بعد اب ہم آپ کی اولاد و معنوی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کی شاعری کی ابتدا سن شعور کے شروع ہونے کے ساتھ ہی ہو گئی تھی اردو میں شیفہ تخلص کرتے تھے اور فارسی میں حسرتی۔

دیوان ریختہ اکیس سال کی عمر میں مرتب فرما چکے تھے جو غرض شہداء سے غالباً دو تین سال پہلے مطبع آئینہ سکندری میرٹھ میں چھاپا گیا تھا۔ ایک غزل کا مقطع

بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے ۔
 امی شیفہ اس فن میں ایک پیرِ حقیت ۔ گو عمر ہو پیری ابھی اکبٹس بس کی

فارسی اور اردو دونوں میں حکیم مومن خاں صاحب مومن سے تلمذ تھا اور خان موصوف کی وفات کے بعد مراد اس اللہ خاں صاحب غالب سے مشورہ کرتے تھے۔

حکیم مومن خاں صاحب بھی نواب صاحب کی قابلیت سخن فنی و سخن سنجی کی نہایت قدر فرماتے تھے۔ اکثر اوقات نواب صاحب ہی کی فرمایش سے فکر سخن کرتے تھے۔ اور اپنے کلام بختہ کی تدوین بھی نواب صاحب ہی کو سپرد کی تھی۔ چنانچہ نواب صاحب نے تذکرہ گلشن بختار میں جہاں حضرت مومن کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے: ”با این ہمہ صفات کہ مذکور شد بے تحریک محرم کے بفکر سخن نئی پردازند۔ چنانچہ اکثر کلامش بخواہش داعی آثم صورت ظهور گرفتہ و ہم تدوین افکارش را فقیر عیاش گشتہ۔ و بیاجہ آنکہ ریختہ خاصہ من ست در آں بتفصیل این ماجرا باز کردہ ام“

مومن نے تذکرہ گلشن بختار پر ایک تقریظ لکھی ہے جس میں نواب صاحب کی مدح ایک رباعی میں اس طرح کرتے ہیں۔ رباعی

آں شیفتہ کنخود گرامی باشد ✦ سبخیل سخنوران نامی باشد
انوں کہ جسد نما نہ الا بعدم ✦ محمود تناسی و نظامی باشد

اور پھر نواب صاحب کی سخن فنی کی داد اس طرح دی ہے۔

زخنین ادھن معنی نیاز ✦ ہزار آفرین برچین است نیاز

مومن نے ایک معاہدہ نواب مصطفیٰ خاں بہادر لکھا تھا جو دیوان مومن میں موجود ہے۔

نواب بل کی بے بس کر رہی ہے ✦ بہاد اک جام بے جا بھر رہی ہے
صدابے درو قمری کی بلا ہے ✦ مہر طاقت بھی جس کا نقش پاس ہے
فلک کو کل نہیں بے جور و بیداد ✦ مہر مکی کیا ہو گویا فصل جوڑ داد
کہ وہ سر و خدماں یاں نہیں ہے ✦ سرور اپنا تو اب اسکان نہیں ہے
بہا پر سبز پاکسے پاؤں ٹوٹیں ✦ کہ درو بے حد صبر سے چھڑیں

نواب صاحب مرحوم اور مرزا سے جس زمانہ میں تعارف ہوا وہ زمانہ مرزا کی
شاعری کے شباب کا نہ تھا جیسا کہ مرزا اپنے ایک خط میں جبکہ اُن سے اور
نواب صاحب سے نئی نئی ملاقات ہوئی تھی نواب صاحب کی نسبت لکھا
تھا: ”پچوں دکان را کالا و زبان را حرف ہاے جگر آلا غماز۔ روزگار گراں مایہ
حزہ پیر سی (یعنی نواب مصطفیٰ خاں) پدید آ و رد کہ نقد را بچ سخن خود را بہرہا
گفتار نامہ من مبدد و گوہر را بہرہ بجا لگی حرف می نہد“ رفتہ رفتہ باہم نہایت
خلوص و اتحاد ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ قصیدہ جو مرزا نے نواب صاحب کی شان
میں لکھا، در شاہد حال ہے اس میں سے چند شعر بطور تخلص کے نقل کیے جاتے
ہیں۔

آں ہماے تیز پروازم کہ بال	❖	دیہوائے مصطفیٰ خاں میزنم
عرفی و خاقانی ش فرماں پذیر	❖	سکہ در شیراز و شرواں میزنم
اواخر امست و من چادش وار	❖	بانگ بر اجرام و ارکاں میزنم
گلشن کویش گذر گاہ من بست	❖	دوش و رفتن بر ضواں میزنم
حبیبی خویش بدآموز من بست	❖	دم زیاری می زنم ہاں میزنم
مہر و زمی ہیں کہ ہاشم ہمنشین	❖	من کہ ز انوش و رباں میزنم

بشنوئے آنکہ باد آں را برد * نالہ گرد کین زنداں میزنم
بنگرددنئے آنکہ کلک آنرا کشد * نقش گہرہ صفحہ جاں میزنم

مرزا نے ”سبد چین“ میں بھی ایک موقع پر لکھا ہے۔

مصطفیٰ خاں کہ درین افعہ غم خوار سن است * گزیمیرم چہ غم از مرگ عزادار سن است

کلام فارسی [نواب صاحب کا فارسی کلام حمد، قصوف، حکمت، اخلاق اور محبت کے

اعلیٰ جذبات سے بھرا ہوا ہے اکثر مواقع پر غالب، مومن، صہبائی جیسے ماہرین
فن نے اُن کے کلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ ہم نے اس سوانح عمری کے
آخر میں اُن کے اردو اور فارسی کلام پر جو مختصر ریویو اور دیگر شرا کے کلام سے اُس
کا موازنہ کیا ہے خود ناظرین کو اُس کے مطالعہ سے حسرتی کے کلام کا پایہ معلوم
ہو جائے گا۔

کلام ریختہ [شیفتہ کا اردو کلام بھی معمولی کلام نہیں ہے۔ گرمی اور لذت کے علاوہ

جوان کے کلام میں خداداد ہے اس میں وہ شکوہ الفاظ اور چستی ترکیب بھی
پائی جاتی ہے جو کسی وقت سودا اور تفسیر کا حصہ تھی اور ان کے کلام میں ہمیشہ
الفاظ اور ترکیب کی روش کے لحاظ سے وہی خصوصیات موجود ہیں جس سے اُن
کے استناد مومن اور غالب کا کلام مالا مال ہے۔ جس طرح غالب پیر کی اوّل

مرتے تھے شیفتہ بھی تیر کی سادگی کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے

کلام میں تیر کی سی روش پیدا کرنے کے آرزو مند تھے فرمایا ہوا

نرالی سب سے ہی اپنی روش اور شیفتہ لیکن * کبھی دلیس ہو اشیوہ ہا میر پھرتی ہے

اُن کے کلام کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب

ہو گئے تھے۔ چنانچہ اپنے منقطع میں انھوں نے اپنی اُس کامیابی پر فخر کیا

ہو۔

شیفتہ سادہ بیانی نے بہت چمکایا * ورنہ صنعت میں بہت لوگ ہیں بہتر ہم

سادہ اشعار سے جن میں تیر کی جھلک صاف نمایاں ہو شیفتہ کا دیوان

بھرا پڑا ہو۔ مثلاً

شاید اسی کا نام محبت ہو شیفتہ * اک آگ سی ہو سینہ کے اندر لگی ہوئی

مرنے کا مرے نہ ذکر کرنا * قاصد وہ بہت الم کہیں گے

دلی میں تو شیفتہ ہو استاد * ہم قصہ سوئے عجم کہیں گے

اظہار عشق اس سے نہ کرنا تھا شیفتہ * یہ کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا دیا

دل لگانے کا ارادہ پھر ہو شاید شیفتہ * ایسی حسرت ہے گزری ہوئی الفت کی یاد

ہائے وہ شیفتہ کی بیانی * تھام لینا وہ تیرے محل کو

آخر میں متاخرین شعر غالب مومن۔ سالک۔ عارف۔ وغیرہ نے بھی یہ
جستجو شروع کی تھی کہ قدامت کے سید سے خیالات اور معمولی اسالیب
کو لفظی اور معنوی تصرف کے ساتھ ایک نئے سانچے میں ڈھال دیتے تھے
اس قسم کی جدت آفرینوں اور لطیف اور پاکیزہ تصرفات میں شیفتہ بھی
اپنے استاد مومن خاں سے کچھ کم نہ تھے۔ ترکیبوں پر نظر ڈالی جائے تو
وہ تراکیب جو مومن اور غالب کا خاص حصہ تھیں سوائے شیفتہ کے کسی دوسرے
کے یہاں مل ہی نہیں سکتیں مثلاً۔

فصل گل ہو سیکرہ کا ساز و سماں چاہیے * توبہ تزلزلیدہ زیر طاقِ لسیاں چلیے

بچتے ہیں اس قدر جو ادھر کی ہوا سے ہم * واقف ہیں سیوہ دلِ شورشِ ادا سے ہم

ای مرگ آ کہ میری بھی رہ جائے آبرو * باندھا ہر سوگ اُس نے عدو کی وفات کا

سب سے بڑی خوبی یہ ہو کہ اُن کے کلام میں سنجیدگی اور متانت کوٹ کوٹ کر

بھری ہے اور اُن کی شاعری میں تہذیب کے پہلو کو کسی موقع پر نظر انداز

نہیں کیا گیا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ شیفتہ اپنے وقت کے استاد تھے اور اُنھوں

نے جو کچھ کہا خوب کہا خود ہی فرماتے ہیں۔

طرز سخن کے وہ مسلم ہے شیفتہ * دعویٰ زبان سے نہ کیے ہیں یا کیے

اس مختصر سوانح عمری کے ذیل میں شیفتہ کے کلام پر ریویو کی گنجائش نہیں نکلی سکتی
 اس لیے ہم اس سوانح عمری کے آخر میں اُن کے کلام پر ایک نظر ڈال کر تصوف،
 پند و حکمت، حسن معانی، شوخی و ظرافت و غیرہ کی علیحدہ علیحدہ مثالیں ناظرین
 کے سامنے پیش کریں گے جس سے وہ خود شیفتہ کی قادر الکلامی کا اندازہ
 کر سکیں گے۔

رقعات فارسی دیوان فارسی اور ریختہ کے علاوہ اس کلیات میں ہم نے
 حضرت شیفتہ کے رقعات فارسی کو بھی شامل کر دیا ہے جس سے فارسی میں
 اعلیٰ انشا پر دازی اور بلاغت کا اظہار ہوتا ہے یہ مکمل بجا تصوف سے مالا مال
 ہیں۔

گلشن بختار اس کلیات کے علاوہ ان کی ایک اور مبسوط تصنیف تذکرہ گلشن بختار
 ہے۔ جو ان کے سفر حجاز سے پہلے مکمل ہو کر شائع ہو چکا تھا۔ یعنی ۱۲۴۱ھ ہجری
 میں اس کی تصنیف شروع ہو کر ۱۲۵۳ھ میں ختم ہوئی اور وہ ۱۲۵۳ھ میں
 چھپ کر شائع ہوا۔ اس تذکرہ میں اُس زمانہ کے شعرا کا اردو کلام جمع کیا گیا
 ہے اور کلام سے پہلے ہر شاعر کا مختصر حال اور اُس کے کلام کی نسبت رائے
 فارسی زبان میں لکھی ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ اردو کو یہ مرتبہ حاصل نہیں تھا

تھا کہ اہل علم اُس کے ذریعہ سے اپنے خیالات کا اظہار کریں اُس لیے جملہ تصانیف
 حتیٰ کہ باہمی خط و کتابت کا کام بھی فارسی ہی سے لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے
 کہ شیفتہ نے بھی اردو تذکرہ میں شعرا کا حال لکھنے کے لیے فارسی زبان کو پسند
 کیا۔ شیفتہ کے زمانہ میں یا اُس کے قریب اور شعرا نے بھی تذکرے لکھے ہیں
 لیکن گلشنِ بخت میں ایک خصوصیت نظر آتی ہے جو اوروں میں نہیں پائی
 جاتی وہ شعرا کے کلام پر آزادانہ نکتہ چینی ہے چونکہ اس سے پہلے لوگ تذکرہ
 میں سوائے تہریف کے تنقید دیکھنے کے عادی نہ تھے اس لیے بعض شعرا کے
 مقلدین کو شیفتہ کی یہ طرز نہایت ناگوار گزری۔ نظیر اکبر آبادی کے ایک
 شاگرد نے یہاں تک کیا کہ تذکرہ گلشنِ بخت کے جواب میں ایک نیا تذکرہ
 گلستانِ بخت کے نام سے تصنیف کر ڈالا اور اُس میں یہ الزام کیا کہ نواب
 شیفتہ نے جو شعرا کے کلام کی نسبت اچھی رائے دی تھی انہوں نے
 اُن کی بُرائی لکھی اور شیفتہ نے جس کی نکتہ چینی کی تھی اُن کی تہریف کی۔
 یعنی دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنے کی کوشش کی اور اب اس
 آخر زمانہ میں جبکہ فنِ تنقید سے ہماری زبان خاصی طبعِ روشناس ہو چکی ہے
 پر وہ فیروز آباد کے دلیر سپہ سالار کی نسبت شیفتہ کی آزاد رائے دیکھ کر

علامہ فیروز آبادی کے الفاظ یہ ہیں: ملازمہ مصطفیٰ خاں شیفتہ کا گلشنِ بخت سبب دیکھتا ہوں (یعنی نکتہ چینی پر ہنسنے والا)

کٹار کا زخم لگا ہوا شیفٹ نے اُڑسید انشا کی نسبت، یہ لکھ دیا کہ۔
 ”دیوانے دار کو مثل بہ اصنافِ غریب و بیچ صنعت و ابطریقہ راسخہ شعر انگفتہ۔
 اما در شمعِ طبع وجودت ذہنی اور شکے نیست“

تو کیا گناہ کیا۔ مولانا آزاد نے سید انشا کی وکالت کا حق ادا کرتے ہوئے
 دوبارہ کھنڈ کی حالت دکھا کر یہ ثابت کیا ہے کہ انشا ہزل گوئی پر مجبور تھے۔ گو یا
 اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ انشا کا کلام مجبوریوں کی وجہ سے ایسا ہوتا تھا جو
 پائے اعتبار سے ساقط سمجھا جاتا تھا۔ آخر میں انھوں نے اپنی بات کو
 میان بیتاب کا یہ قول لکھ کر ختم کیا ہے ”سید انشا کے فضل و کمال کو
 شاعری نے کھو یا اور شاعری کو سعادت ملی خاں کی مصابحت نے
 ڈوبو یا“ شیفٹ نے بھی تو یہی کہا ہے۔ کہ

”بیچ صنعت و ابطریقہ راسخہ شعر انگفتہ“ ایسا ہی یہ بات کہ سید انشا نے
 دوسرے اساتذہ کے خلاف روشیں کیں اختیار کی اس کے وجہ سے
 کلام کی نوعیت میں فرق نہیں آ سکتا۔ نیز اس لیے ایک۔ بے لاگ۔ تذکرہ

نویس کو وجہ کی تلاش میں سرکھپانے کی ضرورت نہ تھی۔ بہر حال تذکرہ گلشن بختیار کی بے لوث رائیں کسی خاص گروہ کی آنکھوں میں کھٹکین لیکن وہ اپنی آزادانہ تنقید کی وجہ سے آج جبکہ اس کی اشاعت کو اسی برس گزر چکے ہیں اسی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جس نظر سے اسے مرزا غالب جیسے شخص نے دیکھا تھا۔

برہ آورد اگر ہم نواب صاحب کے سفرنامہ حجاز کا ذکر نہ کریں جس کی مدد سے ہمیں آپ کی زندگی کے حالات معلوم ہوئے ہیں تو نا انصافی ہوگی یہ سفرنامہ مسوومہ تر عینب السالک الی حسن المسالک یا مسرہ آورد، فارسی زبان میں

نواب صاحب نے اپنے مراسم کے لحاظ سے اس تذکرہ کا مسودہ چھپنے سے پہلے مرزا غالب کے دیکھنے کے لیے بھیجا تھا اس کو دیکھ کر مرزا صاحب نے نواب صاحب کو جو خط لکھا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اسے کس قدر پسند کیا تھا۔ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں ”تذکرہ ترتیب یافتہ و مجموعہ فراہم آمدہ کہ پیش طاق بلند ثنائے رفعتش و عجمار است و منالی نکو سرا بخامی را بزرگ و بار“ مرزا صاحب نے اس تذکرہ کی تقریظ بھی لکھی تھی جس کا اقتباس یہ ہے ”ہما نا نواب ہمایوں آمار والا شان و خان فردیدہ فرنگ پسندیدہ گفتار سہادہ و ارگانی و انش اندوز سخن گوئی گرامی نہاد مبارک نفس دولت ہریشہ و ناگو ہر نواب مصطفیٰ خاں بہادر کہ گلشن خیال فرشتہ بلبل است و چراغ فکر شش پری پر دامہ سخنش سرخوشی را بادہ بیغش و افروزگی را زہر طایل رنگش انصودہ گندہ ہرہ و مست بال و بہ آشوب گاہ رشک و شبن گاہ بہ فراہم آوردن تذکرہ ریختہ گو بان قدسی انجمنی بہ راستہ و لذت لار و پو و فیض انزل و حیات ابد نو آئین بنیٹے بد ان بزم در الگندہ“

اس موقع پر مفتی صدر الدین صاحب کی تقریظ کا اقتباس بھی درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین ان دونوں شہادہ کی راہوں کا اندازہ کر سکیں وہ کہتے ہیں ”وچگونہ چنین بنام شد کہ فراہم آمدہ و سرآمد (بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷ پر ملاحظہ ہو)

کھا گیا ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب جس طرح فن سخن میں یدِ طولی رکھتے تھے اسی طرح وقائع نگاری کے انداز کو بھی خوب جانتے تھے آپ کا سفر نامہ کس اہول پر لکھا گیا ہے اس کا حال آپ کے اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے جو سفر نامہ مذکور میں ایک بزرگ کے حالات و دوران میں آپ نے

(بقیہ نو صفحہ ۴۶) سخنور الی معنی گستاخ انتخاب مجموعہ کمال و ہر شاہ بیت سفینہ فالسبت و استغداد بیت القعدہ دیوان فضل و کمال خدا داد فاضل صحیفہ کا بلہ دوست و اقبال بشکرت منہ جامعہ محاسن شیم و حکام فعال سواد خوان بہ موزن و اسرار و سواد و بیاض گزین فیض یافتگان مبداء فیاض نسیم جان فرائز گلشن سخن طرازی بشیم ناز کشای گلہا سے چمن نکتہ پردازی و الا فطرت بلند بہت پاک نہاد نیکو روش قدسی نزا و صفو منش پاکیزہ طینت روشن ضمیر کامل فرہنگ مدیم النظیر تم مجسم ادراک مشکل نواب مصطفیٰ غالب بہادری و شجاعت است لالی ششور سخن طرازان را از نظم او پایہ بلند است و ریاضین ششور نکتہ پردازان را از فراہمی او پایہ ارجندہ حضرت مومن سے اس تذکرہ کی داد ایک قطرہ تاریخ لکھنؤ دی تھی جو یہ ہے۔

کیا تذکرہ شیفہ نے لکھا	ہے شیفہ جس کے جان معنی
پہل نکتہ شناس ہیں پر ایسا	کوئی نہیں قدر دان معنی
افکار بلند سے بنایا	لہ چرخ پر آسمان معنی
ہر فقرہ نثر جان مضمون	ہر شعر رواں روان معنی
کیا بات ہو منتخب کی تیری	اے منتخب جان معنی
ہر نقطہ انتخاب تیرا	خال رخ دلہران معنی
یز سے جو سخن سے ہو سرا فراز	الفاظ کا پایہ شان معنی
معنی ہیں ثنا طرازان الفاظ	الفاظ ہیں مدح خوران معنی
اے تابہ بہادر پارغ مضمونی	اے گلشن نے خزان معنی

تختر فرمایا ہے ”ایک کامل العقیدت صائب الرائے نے اُن کی خرق
عادت کی ایک نقل میرے سامنے بیان کی میں نے قصد کیا کہ اس کو لکھوں
لیکن چونکہ میری عادت میں عجائبات لکھنے میں بہت احتیاط ہے لہذا میری
طبیعت نے مجھ کو لکھنے سے باز رکھا“

آخری زمانہ میں جبکہ اُن کی کئی محصوروں کا شمار رفتہ رفتہ کم ہوتا چلا جاتا تھا آپ
نے عزت گزینی اختیار کر لی تھی اور سوسے یا دہائی کے اوپر کچھ شغل نہ تھا اکثر
ہزارات پر حاضری کا معمول تھا چنانچہ سبزی منڈی دہلی میں ایک بڑے
بزرگ کا مزار ہی جو حضرت شاہ آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے
قریب واقع ہے وہاں اکثر حاضر ہو کر سب سے بڑے اور حضرت شاہ

(رقبہ نوٹ صفحہ ۱۷۷)

ہو تذکرہ ریاض فردوس	۴	فردوس ہے یا جنانِ معنی
موس نے جب اس میں دیر تک کی	۵	سہرا گل و ضمیرانِ معنی
آیا ہی خیالِ سدا لتمام	۶	تھا وہ بھی تو باغبانِ معنی
غنیہ کی طرح سے سرفرو تھا	۷	ایک چند وہ ہنر بانِ معنی
جب نغمہ سرا نہ ہو سکا وہ	۸	دستانِ زن و مستبانِ معنی
ماقن نے کہا ہی اس کی تاریخ	۹	گلستانِ گلستانِ معنی

باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر اکثر تشریف لجاتے تھے۔ یاد دہلی کے مشہور علما سے صحبت رہتی تھی۔ دنیاوی معاملات سے قطعی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی تمام ریاست کا اپنے فرزند اکبر نواب محمد علی صاحب کے سپرد کر دیا تھا۔ ہند و روس اور دہلی آپ سے نہایت خلوص رکھتے تھے اور وہ آپ کو اپنے یہاں شادیوں میں یا صرار بلاتے تھے لیکن جس وقت آپ تشریف لجاتے تھے تمام ناچ رنگ موقوف ہو جاتا تھا۔

معاصرین کی رائیں نواب صاحب اور مرزا کی فارسی دیوانوں میں بعض غلیں ایک ہی قافیہ و ردیف میں ملتی ہیں جن کے مقطعوں میں دونوں نے ایک دوسرے کے کلام کی خوبوں کا اعتراف کیا ہے۔ مثلاً نواب صاحب فرماتے ہیں۔

اے حسرتی! میری غالب کہ از غزل * آں کاری کند کہ بافتوں نہ کردہ کس
مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

غالب ز حسرتی چہ سراید کہ در غزل * چوں او تلاش معنی و مضمون کردہ کس
سچ تو یہ ہے کہ مرزا غالب نواب حسرتی کی سخن فنی و سخن سنجی کے استفادہ مستعد تھے

کہ ان کے نزدیک نواب مدوح کے پسند شعرا کے حسن و قبح کے معیار تھی۔
ہیں۔ ۵

غالب برفن گفتگو ناز دلبریں ارش کہ او * نوشت در دیوان غزل نامصطفیٰ خاں شکر
مرزا غالب مرحوم کی پنج آہنگ میں اُن کے بعض رقعات ملتے ہیں جو انھوں نے

۱۔ حضرت سلامت - مرا کہ زبان در ستائش برقرار اسد ستم پیشہ و سگالش گستاخ - امید کہ درآں
پایہ بزمہ خوش آمد گو یاں شمرده نشوم ویدیں بایہ جرات بزمہ مند گردم - بنامیز و تذکرہ ترقیب یافتہ
و مجموعہ فراہم آمدہ کہ پیش طاق بلند نامی رانفتش و نگار است و نال نکو سر نجابی را بگ و بار بہر و نظر
چوں بہ پیدا سے کنارنا پیدا سے ذوق سخن گام تماش بردارد تو ستم بہ ازیں بر کر متوا بہ نسبت حقیر با اہم
جگر تشنگی کہ کند و داشت لبش بر شہ آبی تر نتوانست کرد و آں آب از دریا بخشیدن بود و شنگار و شہ
از دور و نزدیک سخن زندگانی جاوید بخشید و ایں بختی از عمر کار و دیگرال کرد و نسبت جا و دال ماندہ
با شہید کہ سخن گو یاں از شمار ماندہ جاوید شد ندو ہمکنار بہ نکوئی نام برآمد باری گرسخت و تہ
گو ہر بن نگاشتمی - نامہ در ردیف الف بنگارش اشعار پر وین نثار حضرت آرزوہ از چہ رسو است
ہر چند ذکر خدام بر چہیں مقام و جہرہ ایہ فن نہ سزاوار شان فضیلت باشد لیکن اگر بمقتضای
فراہجت چہراتی بکار میرفتہ گنا ہی نبود و حد تک آں پہریش نیاز نمی افتا و ہم در ردیف اشعار
در باب گنہ ارش حال حضرت آشوب فرو ماندہ کشاکش خیالم یعنی بدانت نامہ نگار آشوب از
اعیان سادات اہل دیار و نامش میرامداد علی و نام پدرش میر روشن علی خاں مست و درین
نامہ ادعلی بیگ مرکب شدہ چشم آں دارم کہ اندرین ہر دو باب بدل نشیں با سخی است و
در حق دیگر بقیہ نوشتہ ہا ۵۱ پر با حفظ ہوا

نواب صاحب مرحوم کے نام لکھے تھے ان خطوط میں نواب حسرتی کی شاعری اور سخن سنجی کے متعلق مرزا نے اپنے دلچسپ ریمارک دیے ہیں علاوہ ان میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۰) یہ نواب مصطفیٰ خاں بہادر۔

فرد - مردم نہ فرط و نہ تسلی منی شوم * یارب کجا بہم لب جگر ستانی را
 سچو کہ ہے کہ دم اند در دستان چنانکہ مومن ہر پیشہ از پنج ہمایہ در آزار باشت بر تیار بود وستم از اشکم بیتابی دل
 رعشتہ و از فرخندہ ہر خوشی از دور دور آمد و سپردن بہار سامان نامہ گل عجیب متنار بخت ہر چند نامہ سپاس رسید
 را کہ میا و دیدہ جان را از تیریا آورد و تارک اقبال را افسر و پیکر آرزو را از یورخشیدہ لیکن از انجا کہ آں قدسی
 مفاد و منہ از شعر و غزل چوں نامہ اعمال زاہد از ذکر می و مشاہدہ بود دل سرد از دہ بدال نیا سود
 و خمارم بدال یک وجہ صہبائے شکست گفتم ہی ہی بژدہ دیدار کے کہ ول بہ نشاط آں تو ال بستان و نہ
 کہ شمع غزل کی کہ لب بر تیریا آں تو ال کشودن - ہر چند در از نفس خواہش در آغاز حال بجز و ششم
 آورده بود و میخواست کہ خواہی خواہی غبار نالہ بہ پردہ گوش المام نبوش نشانہ - اما دور اندیشی فطرت
 با خودم در تیریا انگند و پس از آں کہ بر افتادن پردہ از روئے کار و آشکارا گشتن راز نار سائی
 فہم و ناتمامی دانش من بہ ہم نفسان خاطر نشان من شد - مرا از آہنگ عربدہ باز آورد و مہر خوشی
 برد بان نہاد * (رفقہ دیگر)
 وئی نعمت طویان شکوہ خاسلاست - ہنوز گل افشانی گلبن التفاتش جہت را بہ غالیہ پیری بوسے گل
 فرا گرفتہ بود یعنی نشاط و رو بہ بارین محیفہ از دل بدر نرفتہ بود کہ نخل برومند بقدر افشاندن بار آغاز کرد
 و رسیدن بہشت سہر ابنہ در روضہا مے فردوس بروی آرزو باز کرد و ہے ابنہ ہا مے پاکیزہ شیریں
 از بیرون سویش شستہ و از درون سویش کراہی شستہ بتازگی آب از چشمہ خضر و با داندم سبج خوردہ
 و بشیرینی گوئے از شکر و دل از خمر و مبدہ بہ پاکیزگی گوہر آب روئے (بقیہ نوٹ صفحہ ۵۲) یہ صاحب نوٹ ہو

ان خطوط سے نواب صاحب مدوح کی زندگی کے متعلق بھی بعض حالات پر

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۱) خانوادہ ابرو ہوا۔ وہ دلاویزی پیکر چشم و چراغ دودھ برگ و نوا ابرویاں تا ایں گراں ارز مژ
دست مزور حق ربی سخی بخت دفتر از حساب زیاں زدگیہای روزگار گسارانی نتوانست ششست انگوار در پیکر
دستی کہ کبشتن دباوہ ناکبشتن دیگر است و چاشنی خدا فرید این شیرہ پاک دیگر برگ آف بخوردی و بارینا وردی
تا دین ساختگی مجرم در دسندادی نیشکر اگر در آفاق کار و ارسیدی کہ بگوینگون فشار در آمدن بسجی دیگران بسجور
تنگ شکم بر آمدن و بیکار است و گوارائی ازل آورد۔ این میوہ لغز دیگر برگ سر از خاک برگردی و با نذرانہ درازی
بالاسے خویش بجاک فرو رفتی تا دین نموداری با بلی انگشت نمائندی ایچہ خامہ شکر قشای بدال رفتہ کہ این شکر
بیش یک نیمہ بخندہ و نیمہ دیگر مہنوز خام است۔ سبحان اللہ اگر میوہ طوبی و پختگی بدین رنگ و درخائی این چنین غلام
است مضیق من کہ ہشتیان بیادہ طور نگراہند و سہر پوشان آں روغنہ نتوانند کہ دل از پیکس با پیرہ گفتم ایچہ پختگی
زرد گردیدہ کہ شتمہ کار سازنی عنایت است کہ کار یہ نوبیان بقروا گزاشت و ایچہ پیش از رسیدن سیدہ اشارہ
بچوں گرمی ذوق است کہ دنگ در دلجوی روانداشت۔ دل گفت ہانا ایچہ پختگی زرد گرد نہایت شوق است کہ
من بدال خر سہندم و خور سندی من فراوان باد و ایچہ پیش از رسیدن رسد مرودہ وصل است کہ من بدال بد
مندم و دوست مرا بر زباں باد فقط..... (در قلم و دیگرہ)

نامہ بنام نواب محمد مصطفیٰ خاں بہادر۔ جان را از تن سپاس و خواہد را از بندہ نیایش۔ روز ادبہنچوں شب شد
بزم سخن آراستند از آل رد کہ غزل گفتند بودم از شرم تہیہستی پیر در پیش و ششم و رفتن با بجن مضمونی بود کہ برگز
بخاطر می گذشت و الا جاہ نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ دو فرشتہ بر من گماشتند زین العابدین خاں عارف
و علام حسن خاں مجتبیٰ این ہر دو ابرام پیشہ شام گاہ بخاک کدہ تنہائی من آمدند و فیل آوردند و بدان ہاں کہ شیر را چوں
شکار کنند بر فیل بار کنند مرا با بجن بردند۔ دیدار مخدوم و مخم و صدر اعظم مولوی صدر الدین خاں بہادر تلافی بیخ راہ
کرد بار سے صرفہ بہر و ان درال بود کہ مولانا صہبائی قدم رنجہ نفرمودہ بودند غزل مولانا صہبائی در زمین طحی دوسہ
بیت و لنتین داشت بالجملہ چوں غزل خوانی سر آگاہ گویا غم نمی آید در بحر ہزج مثنیٰ سالم کہ رند از یاران ابن
میرزا زین العابدین خاں عارف و خواہد ہر سنگ کہ جوہر در زمین طح دو غزل خواندہ (بقیہ نوٹ صفحہ ۵۳) پرطاخا

روشنی پڑتی ہے۔ سرسید جہاں مرحوم نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں جہاں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۲) نقش لغزگوی یکسری نشاندہ من بغزلی کہ ہمدراں روز گفتہ بودم زمرہ سرے آدم - غزل -
 صبح شد خیز کہ روداد اثر بنمایم چہرہ آغشته بخوناب جگر بنمایم فقط
 نامہ نگار اسد اللہ نگاشتنہ پختہ بہت وسوم مارچ ہنگام نماز عصر کہ ابرقہ فشاں بود و ہوا تگرگ بار فقط
 امید گاہ - وی اوینہ روز بود و لونید بزم سامعہ افروز - شام گاہ جہاں دو مرغ سروش از در آیدند و مرا
 با بجن بر بند - میر نظام الدین منون و مولوی امام بخش صہبائی چوں رنجور بودند نیا مدد کس بخدمت حضرت
 آئندہ فرستادند اگرچہ دیر آمدن آیدند - دلم را صفا و زیا تم را نوا بخشیدند - بندہ را در زمین گریستن بنگار
 قصیدہ اتفاق افتادہ بود - آں ہی سخجید کہ ورق را چوں بر است نامقبول باز بر مریختہ گویان را در دوسر
 ندیم - از آمدن حضرت آئندہ دل بخود مالید و زبان بزمزمرہ دستوری یافت سجائی نیز تا خواندہ حاضر بود و
 زمین گریستن غزلی انشا کردہ - چوں قصیدہ مرا شنود و جل شد و از گفتہ خود بخنی خواندہ در گدشت - امروزہ
 بند آں بودم کہ قصیدہ بر ورق بنویسم بہ پرستار ان در و ولتکہ فریستم تا نیرود فرصت نگارش دست ہم
 مذاہ ہنگام نماز پیشین بود کہ سجائی و قلع با ہم آمدند آنگہ یہ در استیں و ایں را گلستہ در دست برید
 فرخندہ نامہ بین سپرد و رفت و ابرار بیدن آغاز کرد ابرقہ می ریخت و من آرزوئے نامہ گری سخجید تا اینکہ کلبہ
 ام از آب و دامنم از گہر نایاب پر شد نہی غزل و خوشا غزل پایہ ایں زمین را با آسمان بردہ اند و سخن
 را بنوازش زمینیان از آسمان فرو آورده سخن سرودن حق شامست اگر ابروے ستودن و آشتیم بر
 خود ناز می توانیم کہ زیادہ زیادہ فقط،

رنگ طالب و فخر غالب سلامت - قصیدہ گریستن با آنکہ از دلم فغان مسیدہ و از زبانم بدر تر اویدہ و پچھاں
 در دل جا دارو - بمشادہ غزلی کہ امروز من رسید ہم از دل رفت و ہم از نظر افتاد - نہی غزل و خوشا غزل
 اگرچہ نارسابیان و کج رج زیا تم - اما اگر ہر بیت را جگہ کا نہ بیک قصیدہ (بقیہ نوٹ صفحہ ۵۲ پر ملاحظہ ہو)

۱۵ سرسید مرحوم سے اور ذاب صاحب سے ہمیشہ دوستانہ مراسم رہے علیگڑھ میں جب سائیکل ٹاک سوائیٹی کی بنیاد
 سرسید نے رکھی تھی تو ذاب صاحب بھی اس کے ممبر ہوئے تھے۔

شعراے دہلی کا ذکر کیا ہے۔ نواب صاحب کا کلام بھی لکھا ہے اور ان کی شنا و صفت

(بقیہ ٹوٹ صفحہ ۵۳) سنایم مینوام آہ ازین مقطع و داد۔ ازین مقطع زبان ستایش این مقطع کراست با آنکہ در سخن
 ہوا خواہ و آفرین گوی شماستم مر ابر شمایر شک آورد و جاوداں ماینکہ پیکر سخن راجا بنید۔ دیں مشاعرہ کہ گزشت
 خاک زمیں گیر من عجا ربتم ریختہ گریاں نگشت۔ غزل خود یک ہفتہ پیش از روز غزل خوانی گفتہ۔ بخدمت حضرت
 آئندہ دام بقا و فرستادہ ام دسران و شتم کہ چوں بنامہ کامیاب گردم و آرا پاسخ نگار شوم در نگارش
 ہمال غزل سرمایہ من باشد امروز کہ اول نامہ رسید ہمیں دم بہ پاسخ نگاری شستم و تا ورق بپایان نہ رسید
 نان بخورم و فرو۔ دیدم آن نگاہم بجا خون محشر د شتم و خود ہماں شوراست کا نذر نیست در سر د شتم و آں
 پائں خواہد بے پروا و من بندہ کہ غم ناکم و ز غصہ بیکہ چاکم و خواہم سخن گفتن و آندہ روز گرفتہ آں نامہ فرستادہ
 کہ دیدن آں غم شدہ دل نا جاگز اندوہ و گفتہ چہ کنم غالب و چوں کار و در گوی شدہ می بایدم اینک
 رفت و تا غل غل خواہم چوں گرد و غباری بودہ رفتن نتوانستم و امروز بام آمد و لا بلکہ سیہ تر شد۔
 سرماندہ ببالین بریدہ چوں غم زدگان خفتم و ہی ہی چہ تواند خفت۔ آن خستہ کہ غم خواریش۔ بر زخم نمک
 پاشدہ و زردیدہ بیدارش و شورایہ رواں باشد۔ چوں از افق مشرقی و خورشید درخشندہ
 ناگاہ سری بر زدہ آتش بجاں در زدہ مرغ سحری پر زدہ رفتہ بجلگہ کاوی و واں راز نہانی راہ
 انفل بر زبان دادم و در غلوت انتہای بیلے پر دہ چو ہر ازاں و لے آمد و ہندم شدہ چند آنکہ دم
 اندر نی و از ہمدیدم من و چوں من ہوا آمدہ و آں نالہ کہ بر لب بودہ از باطن نئے سر زدہ و آندم
 کہ نفس باقی نہ بیں گونہ کشاکش کردہ یک کا غد ننوشتہ و بود است بستم در چوں نالہ نمودی دادہ
 زان شعلہ کہ دوری داشت و بر صفحہ نشاندہ ماندہ گفتہ مگر این صفحہ چہ غنائمہ راوستی و فرست نیارستی و
 باید کہ فرو چہم ہوا نگاہ نہ نشاندہ می و زری خواہہ رواں سازم و کوتاہ کنم گفتن و آں نامہ کہ من گفتہ و حجاب دل
 برودہ و رواں کردند بہر چندہ در اندیشہ پیدا است کہ خوش باشد و با خواہگی استکنا۔ با این ہمہ خوش
 بنود و پوزیش نہ بزر رفتن و دیر و سحر گاہاں و روشن گہراں میر و کش روح در رواں دانم و بل خوشتر از
 دانم و دیوان نظامی راہ آورد دیو سے من و نہیں گوہ لونا یا بودہ و پر دہ گفتار ش۔ کہ ذوق بجا ریش و این
 زمرہ سر کردہ و لا اگر خال خوانند سلام از من فقط۔ (و غل از رخ آہنگ غالب)

ہیں جو نثر لکھی ہو وہ اگرچہ مبالغہ شاعرانہ سے پُر اور خیالات کی بلند پروازی سے مملو ہو مگر چونکہ اگلے وقتوں کی اردو زبان کا نمونہ ہو اور اس طرز کی اردو میں غالباً سرسید کی یہ سب سے آخری تصنیف ہے اس لیے تبرکاً اس کا وہ اقتباس جو نواب صاحب کے متعلق ہے درج ذیل کرتے ہیں۔

”باوجود ناز و نعم و ثروت کے مشق سخن کو اس مرتبہ پر پہنچایا ہو کہ قلم تردد سے نہیں آسودہ ہوتا اور فکر تلاش سے بلبل کی سمجھ خوانی اور قمری کی فصیح بیانی انھیں کی تسلیت کوئی سے استفادہ ہو۔ یہ پایہ فصاحت کا اور سرمایہ عظمت کا خداداد ہو۔ اگر رنگینی مضامین کی گل کو رنگ۔ اور لطافت عبارت کے گوہر کو آب نہ دے۔ بلبل کا عشق کامل اور تاج سلاطین کی زینت تمام نہ ہو۔ انتخاب ان کے کلام بلاغت نظام کا اس مقام پر سرمایہ فرحت ارباب نظر ہو۔“

تذکرہ شعرائے ہند میں جو مولوی کریم الدین مرحوم نے ۱۲۶۲ھ ہجری میں تالیف کیا تھا نواب صاحب کا ذکر الفاظِ ثویل میں کیا گیا ہے :-

”شیفۃ تخلص نواب مصطفیٰ خاں خلف الصدق وعلیہ السلام مولانا سرور الملک

نواب مرتضیٰ خاں بہادر کا ہے۔ یہ صاحبِ ذوق و ذہین ہیں۔ امرائے شاہجہا آباد سے بڑے امیر ہیں۔ شاگردِ حکیم مومن خاں کے اکثر اشعار ان کے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ ایک تذکرہ گلشنِ بیچارانہوں نے شعراے اردو کا اس طور پر لکھا ہے کہ حال سب شاعروں کا فارسی میں شعراؤں کے اردو میں۔

یہ تذکرہ ۱۲۵۷ھ ہجری میں تیار ہوا تھا۔ دو دفعہ مولوی محمد باقر کے چھاپہ خانہ میں چھپ چکا ہے۔ ایک دیوان بھی اُن کا میں نے سنا ہے کہ تیار ہوا ہے۔

تذکرہ گلستانِ سخن میں جو مولانا امام بخش صہبانی کے شاگرد و شہزادہ مرزا قادیان صاحب کی تالیف سے ہے۔ نواب صاحب کا حال اس طرح لکھا گیا ہے۔

بہ در پستی شنائے مصطفیٰ خاں سبکپنا آئے * خوشام گوئے تار و کشت دریاں بہی
علوم رسمی سے کما بینگی آگاہ۔ اور فنونِ متداولہ میں کامل و سنگاہ۔ اصنافِ
سخن میں قدرتِ تمام۔ اور فنونِ شتی میں مہارتِ کمال مرتبہ شناسی
ہر سخن اپنے موقع میں اور ہر نکتہ اپنے مکان میں جلوہ گر جس طرح تیغ ہندی

ریختہ شاہدان شنگول کے غمزہ سے زیادہ تر ناخن بدل زن ہی۔ اسی طرح
 بادہ شیراز فارسی خوابان سیاہ مست کی چشم سے زیادہ تر خمار شکن ہی اور جیسے اُس تیغ آبدار
 کے سلج شور اس شہسوار ہنر کو شیفۃ نام سے مشہور کرتے ہیں۔ اس بادہ صاف کے برست اُس محو
 گسا کر مال کو حسرتی کے اسم سے مذکور کرتے ہیں۔ جو کثرت اوصاف مرد ہاں اور وفور محامد
 بند زبان ہی۔ ناگزیر نظر بر اوصاف اور ذکر مداح سے محض افکار گو ہر نثار پر قناعت
 کرتا ہوں۔

وفات ۱۶۶۹ء میں جبکہ عمر گرامی کا تریب ٹھوڑاں مرحلہ تھا آپ کا وصال ہوا اور مدہلی میں
 حضرت سلطان المشائخ مولانا سید نظام الدین مجرب الہی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے جو آپ
 اپنے جہاد مجہد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ فیا بیطس کا مرض پہلے سے تھا وقت آخر
 ہاتھ میں ایک کا لادانہ نکلا تھا وہی موت کا بہانہ ہوا۔ اپنا کفن بیت اللہ شریف
 سے ہمراہ لائے تھے اسی میں کفنائے گئے۔ وفات کے دو چیس روز سفر آخرت
 درپیش تھا اعزاء علاج میں مصروف تھے ڈاکٹر نے ایک سانچہ تجویز کیا جس میں پوٹ وٹن
 شامل تھی جس وقت یہ نسخہ لکھا جا رہا تھا نواب صاحب نے فوراً ہی آنکھ کھولی اور حاضرین
 سے کہا کہ میری روح کو اس وقت بڑا صدمہ ہوا ہے۔ سچ بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ اس سچ
 صاحبزادہ محمد علی خاں صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہم سے ایک ستاخی ہوئی ہو یعنی

ایک ایسا نسخہ لکھوایا گیا ہے جس میں پوٹ وائن شامل ہو فرمایا کہ ”الحمد للہ! وقت پر اطلاع ہو گئی۔ اور موقعہ نہ ملا کہ اس نسخہ کا استعمال کیا جائے“ اور یہ بھی فرمایا کہ تم اللہ کا شکر کرنا کہ اُس نے آخری وقت میں تمہارے باپ کو گراہی سے بچالیا۔

کہ اُسے اپنی صحت کے لیے احکام شرعی کی خلاف ورزی کا موقعہ نہ ملا۔“

آپ کی وفات کی تاریخ کلام پاک (سورہ دہر) کی اس آیت سے برآمد ہوتی ہے۔

”وَجَزَاهُ بِحَبِيبٍ وَاجْنَه وَحَرِيٍّ“ یہ مادہ تاریخ مولانا حالی مرحوم و معزز نے

اسی زمانہ میں نکالا تھا جو آپ کے خزانہ مبارک پر کندہ ہے۔ فقط خاکسار

نظامی بدایونی

۲۲۔ نومبر ۱۹۱۵ء

۱۔ آپ کی وفات کے متعلق دیگر دستخطات تاریخ میں مولانا شاہ محمد رفیع صاحب مجددی پانی پتی منظر سے ملے ہیں یہ ہیں۔
(از جناب خواجہ کرامت علی صاحب مرحوم اصراری پانی پتی)

چورفت ازبھاں مصطفیٰ خاں امیر	✦	کہ بوہل پاکیزہ و پاک فرع
خداوند تقویٰ خداوند نہد	✦	فقیر آشنا سالک راہ شرع
شد از ورتنا آں بے سرو پامام	✦	و قیام گیم۔ بیل و تقویٰ و۔ درع

۱۲۸۴ھ ۱۰۶ ۲۰۰

(از جناب خواجہ امداد حسین صاحب مرحوم تخلص بدینظر پانی پتی)

چوں رئیس ابن رئیس نامدار	✦	کہ در حلت نہیں جہان بے بقا
سار تاریخ و قاتل شر فی البدیہہ	✦	ملیم غیبی بمن کردہ عطا
کز سہر رازی بیاہفت این	✦	رحمت حق بر محمد مصطفیٰ

۱۲۸۴ھ

کلام ریختہ پر ایک نظر

نواب صاحب کا دیوان ریختہ محض غزلیات کا ایک مختصر مجموعہ ہی اصنافِ نظم میں سے کوئی اور صنف اس میں نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ریختہ کو اپنا خاص فن نہیں بنایا تھا کہ ہر صنف پر توجہ فرماتے۔ جو کچھ کہا گیا ہے صحبتِ احباب کا نتیجہ اور عمرِ شباب کا تحفہ ہے۔ جب سے حلقہٴ صوفیہ یا صفا میں داخل ہوئے تو اشغال و افکارِ باطنی نے فکرِ سخن سے دل سرگرد دیا اور اس فن کو تفسیحِ اوقات کا موجب سمجھنے لگے۔ اثنائے غزل میں کہیں کہیں قطعہ بند اشعار بھی آگئے ہیں ان میں سے دو قطعے یہ ہیں۔ جن سے بیان کی وسعت ظاہر ہوتی ہے اور سلسلہٴ سخن ایسا مربوط ہے کہ جب تک نتیجہ نہیں سن لیتا سامع کی توجہ قائم رہتی ہے۔

(۱) ✓

کہا کل ہیں نے اسے سراپہ ناز	تلون سے بھی تکرر دعا کیا
کبھی مجھ پر غائب ہے سبب کیوں	کبھی بے وجہ غیور سے وفا کیا
کبھی محفل میں وہ ہے باکیاں کیوں	کبھی خلوت میں یہ شرم دیا کیا
کبھی تمکینِ صولت آفریں کیوں	کبھی الطافِ جرات آرمایا کیا

<p>کبھی یہ غمزدہ ہائے جاں فزا کیا کبھی کہنا کہ یہ تم نے کہا کیا کہ کیا طاغور پوچھوں میں خط کیا پڑی ہم جلوہ ہائے دل بربا کیا جواب اک مختصر مجھ کو دیا کیا کہ باتیں عشق میں مٹی ہیں کیا کیا</p>	<p>کبھی وہ طعنہ ہائے جاں گنا کیوں کبھی شغروں سے لہریں سازی کبھی بے جرم یہ آزر دہ ہوتا کبھی اس شمنی پر بہر تکیں یہ بطل اس نے سن کر بے تکلف ابھی اسے شیفٹہ واقف نہیں تم</p>
--	--

(۳)

<p>صوفی کو خانقہ میں سر و جد و حال ہی معتوف کو غرور ہی عجب و دلال ہی حالانکہ اپنی معرفت اس کو محال ہی ہر بات منطقی کی مرا و جدال ہی اہل کلام کو ہوسِ قیل و قال ہی عمران کی صرف زائچہ ماہ و سال ہی بعضوں کو دوڑ و شبِ سر تو فیہ مال ہی</p>	<p>ساقی کو سیکدہ میں سرناؤ و نوش ہی عاشق کو اضطراب ہی عجز و نیاز سے منظور ہی حکیم کو ہر شے کی معرفت ہر کام فلسفی کا سفاہت کے ساتھ ہی اربابِ حکمتِ نظری کو عمل نہیں جن کو کہ دست گاہ ہی فنِ نجوم میں ہیں بعض لگ دیر پئی اسرافِ ربا بتِ دل ہی</p>
---	---

<p>بعضوں کو ذوقِ دعویٰ فضلِ کمال ہے منعمِ عزیزِ لجنہٴ بیم و زوال ہے ذکرِ شجرِ کبھی کبھی فکیرِ ہمال ہے دل میں کسی کے حضرتِ جاہِ جلال ہے کوئی اسپیشونِ شکارِ غزال ہے کوئی خرابِ زرِ گسِ جادوِ مثال ہے بے وجہ کوئی خوش ہے کسی کو ملال ہے اس کا جو دیکھے تو بہت کم خیال ہے</p>	<p>بعضوں کو ہر مذاق میں فخرِ نسبِ لذیذ منفس کو فکر ہے کہ کسی ڈھب سے کچھ ملے جو ہیں خریدیں پیہرِ من ان کو بزم میں جی میں کسی کے خواہش آرائشِ لباس کوئی طلب میں اشہبِ گلگونِ نظیر کی کوئی فدا ہے قاصدِ آفتِ خرام ہے ناحق کسی کو شکر کسی کو شکایتیں کس واسطے ہم آئے ہیں دنیا میں شیفۃ</p>
---	---

طرزِ مومن خانی

اگرچہ حضرت شیفۃ کو کلامِ ریختہ میں مومن خاں مرحوم سے نسبت تلمذ تھی لیکن اندازِ سخن میں استاد کے متقلد نہیں ہیں بلکہ ایک طرزِ خاص رکھتے ہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں

کبھی دلیلیں ہوائے شیوہ ہا میر پھرتی ہے

نرالی سب سے ہی اسی شیفۃ اپنی روش لیکن

پھر بھی استاد کی روش خاص میں جو کچھ فرمایا ہے وہاں دونوں کے کلام میں فرق

شہیم نہ لٹ بہ ہی ہو تو وحشتِ دل نے
 کیلنا کسی کو ہم نے نہ دیکھا جہاں میں
 آپ جو ہنستے رہے شبِ بزم میں
 ہاں سب سے مستاد الگ الگ عرضِ نیاز
 اُس سے نازک کو کہاں گئی صحبت کی تاب
 اسہنے جوار میں ہمیں مسکن چھا دیا
 دامنِ نازک اس کے لئے نہ پہنچا کبھی وہ ہات
 لگتی نہیں پلک سے پلک جو تمام شب
 کب ہمیں حاجت پر ہمیز ٹپری
 اُس سے میں شکوہ کی جاشکستہ تم کرایا
 نہ دیا ہاے مجھے لذتِ آزار نے چہن
 وہ صبح جلوہ جلوہ گر باغِ تھا جو رات
 میرے آنے سے تم اٹھ جاتے ہو
 زندگانی سے خفا ہوں اپنی

کب انتظار کیا موسمِ ریا میں کا
 طولِ امل جواب ہی زلفِ دراز کا
 جان کو دشمن کی میں رویا کیا
 سخت جہاں میں کہنے تھا اور نازیں تو کہنے تھا
 بس کلیجہ نہ پکا اسے طبعِ تمام اپنا
 دشمن کو اور دوست نے دشمن بنا دیا
 جس بات نے کہ حبیب کو دامن بنا دیا
 ہی ایک شعبہ مرثہ نیم باز کا
 عزم نہ کھایا تھا کہ سہم یاد آیا
 کیا کروں تھا مرے دلیں سوزیاں پر آیا
 دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھرا آیا
 مرغِ سحر نے دھوم مچائی تمام شب
 بزمِ دشمن میں نہ آؤں کیوں کر
 پھر کہو تم کو سناؤں کیوں کر

<p>وضع حفظ ہو تو عشرتِ صحبت معلوم رنگیں ہی بیگناہوں کے خوش سواوِ شہر ہر چند کہ ہر آپ سے ملنے کی تمنا بے عذر وہ کر لیتے ہیں وعدہ یہ سمجھ کر کہا کہ تنگ ہوں اتنی بھی بیگانی سے</p>	<p>بزمِ اختیار کم محفلِ احباب نہیں حالانکہ وہاں ہنوز سہرا امتحاں نہیں پر آپ سے ملنے کی تمنا نہیں رکھتے یہ اہلِ مروت ہیں تقاضا نہ کریں گے کہا جو ڈر ہو مجھے ایسی مہربانی سے</p>
--	--

تصوف

تصوف بھی مضامین غزل کا ایک دلاویز عنصر ہے۔ بعض شعرا اس ضمنوں میں تقلیداً و رسماً طبع آزمائی کرتے ہیں۔ لیکن حضرت شیفتہ کا یہ خاص مشرب ہوا اس باب میں جو کچھ فرمایا ہو اُس سے رنگِ تحقیق تراوش کرتا ہو غالباً کوئی غزل مضامین تصوف سے غالی نہیں۔ اُس میں سے چند شعرا اس موقع پر مدیہ ناظرین ہیں۔

<p>پہچان ترک جاہ لیا پیر و ہرنے وہ طرفہ حال کہ جس سے جادِ قص کرے</p>	<p>پہچان نہ دے کے باوہِ عنبر شمیم کا نہ رنگ ہی متغیر ہو اہلِ تمکین کا</p>
---	--

۱۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اہلِ تمکین وہ ہیں کہ ایک حال پر قائم ہو جاتے ہیں اور اہلِ تلویح : : ہیں جن کی حالت واروٹا کے موافق متغیر ہو جاتی ہے۔ ۱۲

<p>ہر کاسہ شکستہ میں جامِ دو نیم کا ہاں عالم شہود ہی آئینہ ذات کا غلط شوق ہی جنس نایاب کا ہوش و حواس عقل و خرد کا پتہ تھا آنکھوں میں نشہ اور لبوں پر ترانہ تھا شیفتہ ناز معنی و مزا میر نے کھینچ افسوس سدا میں ہر باکل نہاں ہنوز</p>	<p>تیرے گدا کو سلطنتِ جم سے کیا کف و ق یاں خارجِ جن کو بے ادبی سے نہ دیکھنا کہاں پھر وہ نایاب پایا جسے کل نغمہ گر جو مطربِ جادو ترانہ تھا کل شیفۃ سحر کو عجب حال خوش میں تھے وہ جد کو زمرہ مرغِ سحر کافی ہے جو بات میسر ہے میں ہر اک اک زبان پر</p>
--	---

سیکھہ بابہ خانہ سے حلقہ مر دان خدا مراد ہوتا ہے اور یکش سے سالک اور سے و بادہ سے کیفیات
قلبی - ۱۲

<p>اکثر ہوا ہے بھگو سفر در وطن مگر</p>	<p>لایانہ دوستوں کے لیے ارغیاں ہنوز</p>
<p>اک شب ہوا تھا جلوہ ناچرخ پر وہ ماہ</p>	<p>مہموش ہیں ملائکہ آسمان ہنوز</p>

اس شعر میں لفظ کوئی صراحت نہیں لیکن حقیقت میں یہ نفی ہے رسول کریم صلم کی - ۱۳

<p>لیکن ملائے منصبِ پیرِ مغاں ہنوز</p>	<p>بیخانہ میں تمام جوا فی بسر ہوئی</p>
<p>کچھ رہ گئے ہیں خار و خش آشتیاں ہنوز</p>	<p>اے تابِ برقِ تھوڑی سی تکلیف اد بھی</p>

برق سے تجلیاتِ جلال و جمال مراد ہیں اور خار و خش سے تعلقاتِ کوئی - ۱۴

عجب ہر شیفۃ ہر اک سے پوچھتے پھرتا
 وجہ میں لائے اہل دروہیں
 قسمت اُس کی خبر نہو جس کو
 اہل طریق کی بھی روش سے ہر الگ
 پیر مغال کے فیض تو جہ سے شیفۃ
 کچھ درد ہر مطربوں کی لڑیں
 بدست جہان ہو رہا ہے
 میخانہ نشین تدم نہ رکھیں
 مطرب بدیع نعمۃ وساتی ہر حال
 ڈرہ کہ ہو نہ شوق مزا میر شیفۃ
 جام مردے کہ وہاں کام ٹپا ہر جھکو
 ہم ہیں ایسے فراخ رو و رویش
 ہر شغل میں اہم ہو گہبانی نفس
 واقف اسرار معانی سے
 ہم آئے ہیں جہاں سے اُسی کا خیال ہو

ملے گا بادہ کشوں سے نشان بادہ فروش
 باد کے ساتھ خاک ہر رفاص
 عام اس دور میں ہو بادہ خاص
 جتنا زیادہ شغل زیادہ فراغ بال
 اکثر شراب پیتے ہیں چاہیوں میں ہم
 کچھ آگ بھری ہوئی ہر ذی میں
 ہر یاد کی بو ہر ایک شری میں
 بزم جسم؟ بارگاہ کو میں
 کیا شرح حالت دل درد آشنا کروں
 ورنہ کبھی سماع مجھ دُستا کروں
 کہ صبا کو بھی جہاں دخل سفارت میں نہیں
 محفل بادشہ سے عار نہیں
 اس سے سوا جہان میں شغل اہم نہیں
 جز حریفان بادہ خوار نہیں
 جز شاخ سدرہ ہم کو سر آشیان نہیں

قطع نظر بوجہ نشن نگار جہاں سے ہو
 اُس صوت جاں نواز کا ثانی بنا نہیں
 پائی ہو بسے دستِ عنادل سے باغ میں
 حجاب منظر مقصود ہی طلسمِ خودی
 بہت ہی دھوم مچاتے ہیں سیکڑے میں
 صدق و صفا و مہر و وفا وال نہ ڈھونڈنا
 اسی مرگ اکہ میری بھی رہ جائے آبرو
 کیا وہ متاع جس کے نہ ہو کوئی گھات میں
 نغمہ پروردہ ہی شورش سے افاقہ معلوم
 جو کہ ہوا محو تجلی ذات
 شیفۂ وہ کہ جس نے ساری عمر
 آخر کار رحمت پرست ہوا
 رازِ پوشیدہ پوچھیے کس سے

دیکھو وہ آنکھ سے جو نہ دیکھا ہو خواب میں
 کیا ڈھونڈتے ہو ہر لپٹ و خود و رہا میں
 پردوں پر پڑتی ہے بجلی چراغ میں
 جو یہ طلسم نہ ٹوٹے تو فتح یا بے نہ ہو
 مجھے یہ ڈر ہی کہیں در سہ خراب نہ ہو
 جس شہر و دیہ میں کہ سرائے مغال نہ ہو
 باندھا ہو اُس نے سوگِ عدد کی وفات کا
 ڈرتا ہوں میں ہو در و پس کا روانہ ہو
 بادہ پُر زور ہی کیا نشہ کی شدت معلوم
 خاکِ در اُس شخص کی اکسیر ہے
 دیندار سی و پاسائی کی
 شان ہو اُس کی کبریائی کی
 نے خبر ہی جو باخبر کچھ ہو

پند و حکمت

حضرت شیفتہ کے ظام میں پند و حکمت کا عنصر بھی پایا جاتا ہے اور یہ قدما کی روش ہے۔

<p>ہم کو نہیں جو عجب تعجب ہے شیفتہ نفس سرکش کی کسی ڈھب سے رعوت کم ہو منع کی حرص پر انسان ہوا ہے مجبول یہ ہی نصیحت پیران کا رُفتادہ اپنا لٹوٹا گھر بہت مرغوب ہے واعظ کے قول جو پند و حکمت فعل حکیم عین صلاح و صواب ہے</p>	<p>ہم کو نہیں زمانہ یہ سرشت کرام میں چاہتا ہوں وہ صنم جس میں محبت کم ہو ناصحو! دوست اگر ہو تو نصیحت کم ہو کہ بد بلا ہے جوانی ڈرو جوانی سے بارگاہ ثابت و سیار سے وہ اس سسکے لہجے یہ ان کو سکھائیے ساقی اگر شراب نہ دے سرگراں نہ ہو</p>
--	---

اُردو کے ساتھ عربی جملوں کو نظم کرنے کی قدرت

حضرت شیفتہ چونکہ عربی فارسی اور ریختہ تینوں زبانوں میں قدرت سخن گوئی
سکتے تھے۔ اس لیے کلام ریختہ میں کہیں کہیں عربی جملوں کی تضمین نہایت پر لطف
واقع ہوئی ہے اس روش میں بالکل خواجہ حافظ سے مماثلت پیدا ہو گئی۔ اور بعض

غزلوں میں ہر شاعر عرب محض قافیہ پر قناعت کی ہے۔

کیا مزا تم سے آشنائی کا	بیت	ما شربتم مدامنتہ الا خلاص
شیفتہ لئے ہماری داد نہ دی	=	سچ ہی القاص لا یحب القاص
کیا کچھ وہاں سے منزل مقصود پاس ہے	=	یا ایہا الذین سکنتم علی الجبال
ہم اگلے عشق والوں کی تقلید کیوں کریں؟	=	اسے خردہ گیر سخن رجال وہم رجال

حسن معانی

ضوابط نظم اور قواعد شعر سے بالاتر ایک حسن معنی اور تاثیر مخفی ایسی ہوتی ہے جس کا لطف وجدان صحیح و ذوق سلیم ہی پاسکتا ہے۔ ایسے اشعار بھی حضرت محمد ص کے کلام میں جتنے جتنے نظر آتے ہیں۔

مے فائدہ ہی وہم کہ کیوں بے خبر آیا؟	اس راہ سے جاتا تھا ہمارے بھی گھر آیا
اپنی محفل سے یہ آئندہ اٹھایا مجھ کو	کہ نہ مانے کے لیے آپ مرے گھر آیا
وہ مجھ سے خفا ہی تو اسے یہ بھی ہی زیبا	پرشیفتہ میں اس سے خفا ہو نہیں سکتا
میں بے جرم رہتا ہوں خائف کہ واں	جفا میں نہیں دخل اسباب کا
صحرا بنا رہا ہی وہ امنوس شہر کو	صحرا کو جس کے جلوہ نے گلشن بنادیا

<p>مشاطہ کا قصور سہی سب بناؤ میں کھیل نہیں کچھ کہ دکھا دوں تمہیں تکلیف شیفٹہ ہوئی تم کو مگر حضور ! اُس نو بہارِ حسن کو بد نام مست کہو دھوکا مجھی کو صرف نہیں میل بایر کا کہوں میں کیا کہ کیا دردِ نہاں ہی ؟</p>	<p>اس نے ہی کیا لنگہ کو پُرفن بنا دیا نضرِ ض کیا آہ میں تاثیر ہے اس وقت اتفاق سے پردہ غائب میں ہتی شیفٹہ کے پہلے ہی شور و غوغا میں دیکھا طرے بڑوں کو اسی شتباہ میں تمہارے پوچھنے ہی سے عیاں ہو کر</p>
--	--

پہلا مصرعہ ایک معمولی بات ہی مگر دوسرے مصرعے نے اُس کا رتبہ بہت ہی بلند کر دیا ہے۔ یعنی
 تمہارا اچھٹا ہی دردِ نہاں کی حقیقت کا ثبوت ہے۔ ۱۲۔

<p>ہم سے وہ ناجن جو خفا ہو گئے بھڑک گئی نیم شبِ نم سے اور آتش گل اُن کی باتیں اُس نے بھی پکڑ سیں</p>	<p>شیفٹہ کچھ اپنی ہی تقصیر ہے یہ کیسی آگ ہو دونی ہوئی جو پانی سے آج ناصح کو نصیحت ہو گئی۔</p>
--	---

شوخی و طرافت ✓

نواب صاحب کی طبیعت میں متانت و سنجیدگی کا مادہ زیادہ تھا۔ اس۔۔۔
 شاعرانہ شوخی و طرافت ان کے کلام میں کم پائی جاتی ہے۔ پھر بھی جو کچھ ہے

نہایت خوب ہے۔

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زندہ کی	میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے
جلد منگو اور شراب گل رنگ	شیفتہ سانی گل فام آیا
پانی وضو کو لاؤ رُخ شمع زرد ہے	بینا اٹھاؤ وقت اب آیا نماز کا

اس شعر میں محض شاعرانہ شوخی ہی نہیں بلکہ ایک پہلو تصوف کا بھی ہے یعنی
 مینا سے وہ اذکار و اشغال مراد ہیں جو سالکان طریقت کے ذوق و شوق و وجدان
 کو بڑھاتے ہیں اور ان اشغال کا وقت قبل نماز صبح ہے۔

ہم طالبِ شہرت ہیں سپین گسے کیا کام	بدنام آگے ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا
کئی تھی حالتِ رندی میں اس کو کیا یار و؟	کوئی یہ پوچھے کہ کیوں شیفتہ بنا و اعظا؟
رند فارغ بھی ہوئے جامِ سحر گاہی سے	اور زاہد ابھی آہنگِ طہارت میں نہیں
پارسا کیا ہوئے تم شیفتہ سادے بھی ہوئے	باغ کو چلتے ہو اور ساتھ مڑنا ب نہیں
پیری میں سیر باغ کی تقریبِ شیفتہ	معشوقہ ساتھ ہی نہ خلل ہو داغ میں
شیفتہ اک رند مشربِ شخص ہے	کس سے لوگوں کو عقیدت ہو گئی
شیفتہ وہ کہ جس نے ساری عمر	دینداری و پارسائی کی
آخر کار سے پرست ہوا	شان ہو اُس کی کبریائی کی

کینٹ گالیاں بھی نہیں تیرے واسطے	جس لپکے بغیر دس لپیں اُس لپ سے شیفٹہ
---------------------------------	--------------------------------------

اس قطعہ میں منشا کے شوخی محض لفظ پرست ہے جس سے صوفیہ کی اصطلاح میں کیفیات یا طبعی کا ذوق و شوق مفقود ہے۔ ۱۲

محاورہ بندی

بعض شعرا کے اشعار کی بنیاد محض محاورات پر ہوتی ہے اگرچہ نواب صاحب کا شیوہ خاص معاملہ بندی ہے لیکن جہاں کہیں محاورات و امثال کو باندھا ہے اس کی بندش بے تکلف اور بامرا ہے۔

<p>دل مجاریخ سے خالی بھی توجی بھرا یا جان کو دشمن کی پس ردیا کیا منہ میں بھرتا ہوا پانی جام مینا دیکھ کر گھی کے چلیں گے آج تو دشمن کے گھر چراغ بگڑی ہے تیرے دوڑیں ایسی ہوا گل کہ مجھ کو اپنے پرانے سبھی جلاتے ہیں منہ لگاتا ہے کون سا نل کو</p>	<p>نہ دیا ہائے مجھے لذتِ آزار نے چین آپ جو ہنستے رہتے شیب بزم میں میں کہیں تو بدینوں آپ کی کہیں کیا کروں ہر شمع آئین وہ مہ آتشیں عذار بلبل کو بھی نہیں ہو دلِ غصہ کے گل چراغ وقفِ محبت لے کر دیا افسوس پوسہ لب نہ مانگنا اے دل</p>
---	--

<p> بابتیں تم ہم سے بھی بنانے لگے؟ روئے دیتا ہوں اتجا کی مبارکباد سے کیا غیر کا سر قلم کریں گے ایسے لیے گئے۔ ہمیں طعنہ دیا کیے اب تو غیر بھی دل میں مے گھر کرتا ہے انصاف کر کہ دل پر مرزا ور کیا چلے؟ </p>	<p> غیر سے کب ہوا ہی ترک کلام ڈوب مرنے کی جگہ غفلت بھر میں کیوں کر مجھے خط رقم کریں گے ذکر وصال غیر و شب ماہ و بادہ سے سنہ بنا جوے اس کو سے گزر کرتا ہے ناصح تری زبان ترے پس میں جب نہو </p>
---	---

دیوان فارسی ایک نظر

اس دیوان میں سات قصیدے۔ متعدد قطعے اور باقی تمام تر غزلیات
 ہیں۔ ان سات قصیدوں میں سے چھ قصیدے لغت سرور کائنات میں ہیں
 اور ایک جناب علی مرتضیٰ کی منقبت میں۔

نواب صاحب نے امر اولوک کی مداحی کبھی نہیں کی۔ نہ ان کی طبیعت
 کے مناسب تھی۔ قصیدہ کا جو انداز رائج ہو گیا ہے وہ حقیقت میں بھٹی ہے۔
 نواب صاحب جیسے دیندار۔ صوفی منش۔ کی شان سے بعید تھا کہ شاعری
 کے اس میدان میں طبع آزمائی کرتے۔ نہ اُن کو صلہ کی حاجت تھی نہ ستاد

امرا کی حضور میں رسوخ کی پروا۔ سیر و سلوک باطن نے نام و نمود کی ہوس بھی
مٹا دی تھی۔ لہذا اس صفت پر قلم نہ اٹھانا بالکل بجائ تھا۔

قصیدہ اول

گم سر پر آشتی و مدارا بر آورم از قید نہ رواق نگاریں بر آورم اول باب چشمہ کو نثر و ضو کہم	پر خاش از سکندر و دارا بر آورم یوسف زہفت کاخ زلیخا بر آورم وانگہ نفس بہمت مرگے بر آورم
--	--

قصیدہ دوم

ستم از ہجر و بمنزل گہ جانال رفتم نورین شمع رہ حضرت نداند ظلمات خود ندانی اثر فیض مزار شاہ ست آں بد ریاسے رسالت گہ یکساں دانہ	جانب گل کدہ از دشت میخان رفتم گیشب تار بسر چشمہ حیواں رفتم کہ ہم پائی دل ناصیبایاں رفتم کہ ز فیضشن نہ بد ریونہ عمال رفتم
---	---

مطلع قصیدہ سوم

کارے بحسبِ خواہش دل در جہاں خواہ	تغیرِ رسمِ کمنہ ہفت آسماں خواہ
مطلع قصیدہ چہارم	
اے درخشاں بزمِ تُو از سائر آفتاب	با آنکہ اشرفِ ستِ مہر اختر آفتاب
مطلع قصیدہ پنجم	
زین بعد ما و در غمِ دل ناگریستن	گشت آشنائے ز گسشتہ گریستن
مطلع قصیدہ ششم	
نسیم صبح آمد و سوسے من از ساحتِ گلشن	پہا زریحان و گل جیب - آستین از لاله و سوسن
مطلع قصیدہ ہفتم	
دوش کاں رشک ماہِ کنگانی	ہم چو خور کرد و پیر تو ایشانی
بحرِ جود و کرمِ علی کرکشن	در نشاند چو ابر یسانی

غزلوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں سلاست روانی -
 سنجیدگی - بندش کی چستی مشق و مہارت کا نتیجہ اور شیرینی و لطافت خدا داد ہر
 معنوی نزاکت اور اسلوب بیان کی تازگی آپ کی فکر سلیم کا خاصہ ہے۔

افسوس ہے کہ اس زمانہ میں زبان فارسی کی کساد بازی ہو گئی۔ ورنہ حسرتی
 کے دیوان کی قدر و شہرت اس تازہ ماضی کے دواوین سے غالباً نہوتی۔

بعض غزلوں کے منقطعے اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ نواب صاحب کو نظیری
 کی روش بہت پسند تھی چنانچہ کہتے ہیں ۵

جز حسرتی بپایہ اکس نمیرد در حیرتم کہ کار نظیری کجا رسید
 نظیری متاخرین میں غزل کا استناد مانا گیا ہے اور اُس کا کلام معنوی نزاکتوں
 کے لیے مسلم ہے۔

مولانا حالی مرحوم فرماتے تھے کہ اواخر عمر میں نواب صاحب کو فکر سخن کا
 اتفاق ہوتا تو خواجہ حافظ کی روش پر کہتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ آخری کلام
 دیوان میں داخل نہیں ہوا۔

زیادہ حصہ نواب صاحب کے کلام کا صوفیانہ خیالات پہنچا ہے اور یہی آپ کا عظیم
 خاص تھا۔ عاشقانہ اشعار جو غزل کی اصل و بنیاد ہیں ان میں بھی تصوف کا پہلو اکثر

اکثر نمایاں ہی بعض اشعار حکمت و غنویت یا اخلاق سے متعلق ہیں۔ البتہ شوخی و طنز کا مضمون شاذ ہی۔

بعض غزلوں میں ایک دو شعر صوفیانہ و عاشقانہ مذاق کے ایسے بھی ملتے ہیں جو مطالعہ کرنے والے کے دل پر وجد کی کیفیت پیدا کر لے ہیں۔ اور حقیقت میں یہی شاعری کا اعجاز ہی۔ مندرجہ ذیل اشعار مثال کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں جن کے مطالعہ سے ناظرین یہ اندازہ کر سکیں گے کہ حسرتی اپنے جذبات اور خیالات کو نظم فارسی میں ظاہر کرنے پر اسی طرح قادر تھے جس طرح ریختہ میں فرماتے ہیں :-

اے فیض تو بکشودہ زباں بابہ بیاں ہ	ۛ	حمد تو فرو بستہ۔ بیاں ہا بزباں ہا
در پردہ چو بودی ہمہ در کیم عدم بود	=	اشباح منور شدہ از لمتہ جاں ہا
در وہر جز خرابات جاے دگر نیابی	ۛ	آنجا کہ خندہ آید بر یاد شمع گد ارا
بجز امید کہ ایماں عشق کیشان ست	ۛ	کسے نداشتی۔ دل ز لیخا را
مرید پر مغاں شو۔ کہ از اطاعت او	ۛ	گزینیت۔ جوانان بادہ پیما را
دہی سوختہ این سخن لغز بہمن گفت	=	کز آتش دل بخشک کنی دامن ترا
خندہ چرخش شہوہ ایست از پیش شمع و عتاب	ۛ	لذت دیگر دہد ز خم نمک سود را

خلوت خوش استانی و طرب بزم را	تصویر	انگل پیالہ خواہ وز بلبس ترانہ را
آں سپادہ رُفعاں را تکلف آیین است	مناظرہ	گزینہ نیست ز آرایش لباس مرا
بہ آب و گئے محبت فکر کہ نبشاند	=	فراز مند - دیبا - بایں پلاس مرا
اشب کہ تکلفی نہ کردم	=	مہرست چہ سراغ محفل ما
از رفتن ہر دست بشد آخذ	=	کاشانہ غیر منزل ما

ہر کس کہ قہیل غمزہ اسش شد	
ای حسرتی! اوست نائل ما	

یہاں رشک و رقابت کا مضمون نہایت عمدہ الفاظ میں ادا ہوا ہے دوسرے
معنی مذاق صوفیہ میں یہ ہو سکتے ہیں کہ مقتول غمزہ دوست ہی میرا قاتل
ہو سکتا ہے۔ معنی اہل فنا ہی مرتبہ اہل فنا میں پہنچا سکتے ہیں۔

”اقتلونی ا قتلونی : یا ثقاة“

”ان فی قتلی حیاۃ فی حیاۃ“

ما حسرتی! ز شیوہ غالب گرفتہ ایم	مناظرہ	آمیختن ببادہ صافی - گلاب را
وہ کہ ز مار وانشد - کار کسے بزدگی	مناظرہ	کاش بزد بدمرگ - بہرہ ز سنگشت ما
چشم از ہزار ناز تو پوشد کسے چہرا	مناظرہ	دل را بیک کرشمہ فروشد کسے چہرا

عاشقانه	<p>رحم ست بر کسے کہ در اں کوے می رود</p> <p>دروست نامہ من و برب سلام ما</p>	
<p>اگر ہند جراحت ہائے مژگان در آتش با</p> <p>بے حرف و صوت نیز بیا بد خبر مرا</p> <p>معی گفتمت کہ بادہ مدہ این تدر مرا</p> <p>بہار قدرت صلح چو دیدن بست مخمب</p> <p>کہ سر آمدہ و پنداشت کہ آغاز ہے</p> <p>این سخن شمع از ہمت درویشانست</p> <p>در اہل خرابات رہ و رسم ریاست</p> <p>واماندگی از سعی روانیست روایت</p> <p>از نگہت گل بوے ترا باز ندانست</p>	<p>منہج</p> <p>تجربہ</p> <p>=</p> <p>سخت</p> <p>پہنچ</p> <p>=</p> <p>=</p> <p>=</p> <p>سخت</p> <p>پہنچ</p>	<p>ملک پیکار دشمن را بسویش التجا آورد</p> <p>ای پنجرہ فائدہ از استراق سمع</p> <p>را نہ نفقتہ گفتم اگر سیا قیا! مرج</p> <p>زلالہ دیدن لالہ گرت ہوتا بخواب</p> <p>دو نبود اگر آں مرد سبکتنا زد</p> <p>آچہ خواہند و پیانہ نہ خواہند آنرا</p> <p>پوشیدہ خورم یادہ و آہیمہ کنم وجد</p> <p>گر بام بلند است کہیند دگر آور</p> <p>دچارہ او کوش کہ دیوانہ ات امروز</p>
<p>یہ مضمون نہایت لطیف و تازہ ہے کہ عاشق دیوانہ بوے گل و بوے یار</p>		<p>تمیز نہیں کرتا۔</p> <p>از پیغم شب حسرتی ز آہنجی کرد</p> <p>چشم وصل ست کہ می میرم و نتوانم خرد</p>

ذوقِ این فرمہ از خویش بُردنم آورد $\frac{\text{منصوب}}{\text{می سرانید کہ دل داده و دلایری است}}$
اضطراب و گرفتار آورد۔ دل شیدار = التفات تو کہ مانا بہدار اے ہست
یعنی اہل عشق و محبت حصول مراد و مقصد سے نہایت خائف رہتے ہیں اور اس کو
دادی عشق کے عقبات سے سمجھتے ہیں۔

مشاطہ را گو کہ ہریم ہو س رود $\frac{\text{چہ چہ}}{\text{در چشم عشق زلف تو بے شانہ خوشتر است}}$
یعنی ناظرین مناظر حسن و قدرت عاشق زار اور مصنوعی حنیہوں کے دلدادہ
ہوں کار ہیں۔

کشت او مرا در ہج شندی چگونہ کشت ؟ $\frac{\text{چہ چہ}}{\text{زناں پیشتر کہ تیغ کشد۔ خوں بہا گرفت}}$	
نگاہ کا فرش غارتگر آفتاد = $\frac{\text{مسلمانان غم ایماں ضرور ست}}$	
کار بہت نہ باندازہ طاقت باشد $\frac{\text{چہ چہ}}{\text{مرغ لبیل شدہ را ہم سر پر ازے ہست}}$	
درم بجاں پرور او ہر چہ کہ دار و دام = $\frac{\text{از ادب گر چہ نگویم کہ اجازے ہست}}$	
دردی کشاں چو سوئے خرابات رکوند = $\frac{\text{اول باب چشمہ جیواں۔ وضو کنند}}$	
صد پردہ۔ بروے دوست بستند = $\frac{\text{زناں جملہ۔ یکے۔ جہاں باشد}}$	
جز من مانِ قتل۔ بقا تل دعا کہ کرد ؟ = $\frac{\text{گو مر و سہل بود۔ ولیکن ادا کہ کرد ؟}}$	
پہلو سے غیر بہرہ بخش نکمہ جاسے کہ نسبت $\frac{\text{چہ چہ}}{\text{چشم آنم کہ نگاہ غلط انداز کند}}$	

فریاد زرقوتے کہ بنفشہ نتواں رفت	خشنفانہ	آہ! از روش او کہ سہر بام ندارد
فتنہ را از قدرِ عنای توامد آورد	=	چرخ را از گنہت نسخہ بید آورد
طبع چالاک ترا - محو بستر ششم آورد	=	آہ! زان لحظہ کہ آتش بکف باورد

گر بستی آں بہاراں - جلوہ گل باید آورد
 داغِ مے گل گرد و - بلبل بفریاد آورد
 خدایا! حشر بہاکن - بہنگامے کہ عاشق را
 بدل حسرت - بگردن دشمنہ - برب آفرین باشد

قطع

حسرتی! این تازہ گل باشد نثارِ دوستی
 بو کہ مارا از نسیم کوئے خود باد آورد
 غالب آں رنگیں نوا بلبل کہ ذوقِ نغمہ اش
 عند لیبانِ گلستاں را - بفریاد آورد
 میفرمود را گان در کوچہ پیر معن
 ہر متاعے را کہ دل از کوئے زہاد آورد

جزو حسنی بپایہ ادبش نمی رسد
 بیا و طاعت بقبول را بهیمنجا بر
 گرت هواست که چون حسنی توانا سخن
 چو یاد دوست کنی - غیر از فراموش کن
 برال سرم که زهر تنبک و بد کناره کنم
 بت هواست مرا شیخ صومعه بشکست

(فد) - اصطلاح صوفیہ میں ار پاپ فقر و فنا کو کہتے ہیں۔

شوقِ صندُ صور را در جلوه گاه یار بُرد	پنج	ماه مال در سینه فالِ سچهِ صید انما ایم
حسراتی بعشق مجازی را حقیقی کرده ایم	=	یا هو انا آشنا و انما هو سببِ یگانه ایم
بازم از شک میازار که در محفل تو	=	خویش را دوشِ بصدِ جلیه و فن آوردم
مرا بخشید و گاه به جزبیدی نیکی ندید از من	پنج	نمیدانم که در این جرم ایندو برگزید از من
از پیش من رود بستانِ کنی اهل	کاش	یوسف ز بهفت کاخ ز لیخا بر آمده

گویند کہ معشوق تو اے عجا زبانت	شخصیت	از مردن خود نیست غم - اما غم اینست
دلے ز شاہد دمی نیز احترام نیست	=	اگر چه حسرتی از اہل ہمد و پرمیزم
جریم من چیست ؟ مرا نیز تنہائے ہست	تجلی	از پئے صید تو - صد دام بہر جائے ہست
می شناسد کہ کراحد تقاضائے ہست	=	بیری بود طلب وعدہ و اثن فرمود
جز خرابات کہ آنجا ہمہ را جائے ہست	صفت	جائے من تنگ - بہر جازر سوائی من
مجلس ارباب فقر سے مراد ہے		

قطر

بسر وقت من افتاد گزارے کشت	شخصیت	ضمیمے - صبح برآمد بفرج ز کشت
اے رخ و طرہ تو سنبل و بچان بہشت		گفتش کیستی ؟ اینجا بچہ کار آمدہ
خوب و بد ہر چہ آمدہ کمتر از نہشت ؟		گفت - دارم سخنی چند بہر پیش در خور
گفت سنجیدہ شمدی سخن ای نیک شرت		گفتم - این سیر ملوک است - بدینہا مگر اے
الہاب شہر را و جگر خستہ بہشت		گفت - رکناست خرد و سوز کہ دار و دیتا
گفتش نہ آنکہ دل خود و محبت بہشت		بہر مرد ضعیف اینہم بار از پختہ دہ
گر چہ طبع تو گیتی سخن فقر نہشت		گفت من ہم سخن نادرہ گفتن خواہم
پر تو رو بہ حرم - نگہت گیسو بہ کشت		لطف آدمین و کافر نگر از د محروم

دوش این طرفه غزل خاطر من انشا کرد
حسرتی - خامه و آینه طلبید و بنوشت

مقابلہ و موازنہ کلام حسرتی - با کلام شعرائے دیگر

حسرتی

می تو اں دید شال تو در آئینه ما
شوق شوخی پری داشته و سینه ما
مے در آئینه به از طاعت آئینه ما
وای آنکس که پوچس دل او کینه ما
حسرتی بود چه خوش صحبت آئینه ما

روئے تو بسکه بود پیش نظر ساعت
از پئے جلوہ شوخی که پری عاجز است
دایغ صبا گریبا - رونق پیشینہ ما
در هر بیم دل اصحاب صفا - جاوایم
کار ساقی و مفتی همه می کرد - حبیب

غالب

ایز آہمت الف صیقل آئینه ما
ہیچو رنگ رخ مرفت - دل از سینه ما
خوش فرو رفتہ مطیع تو خوش آئینه ما
خون لیل بود مگر - بادہ دوشینہ ما

محو کن نقش دلی از ورق سینه ما
وقف تا سراج غم نشت - چہ پیدا چہ نہا
عصہ بر الفت اغیار چہ تنگ آمدہ است
غالب امشب ہمارا دیدہ چکیدن دارد

	نظیری	
<p>نقش آینه خود دید در آینه ما بخت گزوسینه و آینه ما خوں فرو میچکد از خرقه پشمینه ما ساخت کار همه را گر به دوشینه ما</p>		<p>آنکه بر ما رقم کس زده از کینه ما عید نوروز بوکتب ما را هر روز زال ز راهی که بدنباله چشت سبزه طره شور سحر از سینه نظیری برخاست</p>
	حسینی	
<p>فرداگر به بینم - دیدار آشنارا آنجا که خنده آید بر باد شه گدارا پیرمغان سحر که این نکته گفت مارا</p>		<p>امشب کم از قیامت این گامه ندیدم در دهر جز خرابات جاس و گرنیابی بستی شبانه لطف صبح نبود</p>
	نظیری	
<p>من نیک استناسم - پیغام آشنارا در کشور غیوراں - نخوت کشد گدارا</p>		<p>در پرده ره ندادند وقت سخن صبارا با فقر و تنگ دستی شوست عجب دستی</p>
	حسینی	
<p>کسے تداوتلی - دل زلیخارا گزیر نیست جوانان یاده پیمارا</p>		<p>بجز امید که ایمان عشق کیشاں است مرید پیرمغان شو - که از اطاعت او</p>

<p>عجب ز گیسِ مخمور دست خود داری هزار شکوہ تلخ مرا نسرو بروی</p>		<p>حجاب و شرم کجا مست بے محابا را بجان من ز که آموختی مدارا را</p>
	نظیری	
<p>در ازل نظاره کبر تیغ و کفت شعور نبود گرا ز وسع بگدا - ز اهدا دل قلع بندید گذشت شوق ز اندازده - گوشه نظری نوازش عرن کرم می کند محبت نیست</p>		<p>ز رشک سوخته بود آگهی ز بلخارا چه مانع است حریفان باده پیا را که منم خموش کند مست بے محابا را تو ای شناختن از دوستی مدارا را</p>
	حسری	
<p>اگر ز ازل طره مشکین صبا بود آورد ما را فلاطون فطانتان از راز گیتی بچرخ رفتند</p>		<p>بر دم صد خرمین گل نذر سر سبز و بخارا ما چیکم معنوی با پیکشاد این مقام را</p>
حافظ شیرازی		
<p>اگر آتش ترک شیرازی بدست آورد دل ما را حدیث از مطرب می گوید و راز دهر کتر جو</p>		<p>بخال هندوش غنیمت سر قند و بخارا ما که کس نکشود و نکشاید بکشت این مقام را</p>
	حسری	
<p>اُفتاد رُخ از لب سانی بجای ما</p>		<p>مستی نیز سید بخار - و دایم ما</p>

ساقی ببادہ - جادہ مارا نشان دیدہ نے دام خوش - نہ داند خوش - اما زلفاقت		مطرب بیغمہ باز نماید مقام ما ہر بار شاہیانہ دستہ بدام ما
نظیری		
مستی رہو دہ از کف ہستی ز نام ما خمن بباد رفت دریں دشت پر فریب		مطرب بنی دہ خبرے از مقام ما مرغے نشود گوشہ یالے بدام ما
حافظ شیرازی		
مادر پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم		ای بیخبر از لذت شرب ندام
حسینی		
جاں یتن میدد - ترانہ ما دیگر نیست داوری با چرخ		غم زد دل می برد فسانہ ما گر ترا - آورد بخانہ ما
حرف شیریں شود فراموشش کبک کسار و - بلبل گلزار دیں فروشان - خانہ برد و شیم	بیچ	خسرو ابر بشنود فسانہ ما گوش دارند بر ترانہ ما دل و دستار باست - خانہ ما
حسینی		
کام در بخش آمدہ از عشق مجوے		عیش مخصوص بکفرست ز ایمان مطلب

	نظیری	
پروہ بر کو فگن - از من ایام مطلب		فرض و سنت بنما شاہے تو از یاد و محنت
	حسراتی	
بہار قدرت صانع چو دیدن سست محسب یہ نعمت دو بہاں گر رسیدن سست محسب		زلالہ دیدن لالہ گرت ہواست بخواب وہ صلوٰۃ و صبحی است حسراتی برخیز
	غالب	
جلائے آئینہ چشم - دیدن سست محسب گرت فسانہ غالب شنیدن سست محسب		نشان زندگی دل و ویدن سست بہت بذکر مرگ شہ - زندہ و آتش دوقے است
شبیش ہمیکدہ دیدم کہ غافل افتادہ است بنیہستی حق - ہرچہ باطل افتادہ است فناں کہ ہمرا - برق حاصل افتادہ است کہ انکشاف حقیقت - چہل افتادہ است امیدوار نہ بخانہ - سائل افتادہ است	شب	ہماکہ منع من از بادہ سے نمود مرام دلت بحسن تباں از چہائل افتادہ است بشب چو نہر بیاید - سحر چو باد رود ہر آنکہ یافت ز اہل صفا نظر داند و عاکبہ پذیرند - لیک حیرانم
	خرد زمانہ نیرخ کمال نقصانش کہ حسراتی بفر خویش کامل افتادہ است	

	نظیری	
<p>کہ ابرو ان تر عقدہ مشکل افتادہ است مبین کہ نقش امل ہاچہ باطل افتادہ است پراستمانہ میخانہ سائل افتادہ است</p>		<p>شکستہ ہر ورق چہ تہ تو خامہ حکیم یکے بگوئے غریبان شہر سیری کن گدے پر مغال شو کہ یاد شاہ و فقیر</p>
	غالب	
<p>مراگیر بچوئے کہ در دل افتادہ است</p>		<p>زمن گستی و پیوند شکل افتادہ است</p>
	حسرتی	
<p>در خانہ بند کردن - ہمیشہ باز کردن تو و لغتہ ٹائے دلکش مرغ نالہ ساز کردن تو و عشوہ ساز کردن - مرغ دل نیاز کردن تو اگر نمی توانی - ز مے - احتراز کردن</p>		<p>چہ خوش است ابا تو بزجہ ہفتہ ساز کردن تو و رقص و محبتی من و جد و جوشستی سرین ہدانا زت ز عدد و گر چہ خواہی دل ز ابدان نجاں ہفتہ حسرتی خور</p>
<p>سخن گذشتہ گفتن گلہ را - دراز کردن بجز از دعائے جاننت ز سر نیاز کردن کہ تو اس ترا و جہاں راز ہم امتیاز کردن دل و خاطر پریشان نتوان نماز کردن</p>	<p>چند</p>	<p>چہ خوش است اندو و یکدل سر حرف باز کردن تو اگر بچو سوزی ز جفاکشاں - نیاید پنجاں گرفتہ ہا بہم پناہاں شیریں ز خار سے ندارم سر و برگ سجدہ بہت</p>

تو بخویشتن چه کردی که بمانی نظیری	بچند که واجب آمد ز تو احترام کردن
غالب	
چشم آریه بدگفتی ز من احترام کردن تو در کنار شو قم گره از جبین کشودن بفشار رشک بریت بچنان گل خفت گلشن بله آمازه گشته خار و دش نظیری از تو	نتوان گرفت از من بگزشته تا کردن من بر رخ دو عالم در دل فرا کردن کمیانه گل دل رسد امتیاز کردن سزد اینچنین غزل را بسفینه ساز کردن
حسراتی	
تا کجا بر طبع وصل شکر خند کنی بنده را نیست بمیلان طبیعت کاری ای محبت ز تو خوش یو الهجی ها آمد سعی در کار نما و به جهاں کار مدار	عشق آ میخته زهر هوس چند کنی کار با بر نمط اخر خداوند کنی طفل را فتنه پیران خرد من کنی دو جهان از تو - اگر کار یآں سپند کنی
نظیری	
بهتر از صحبت ارباب خرد بگزینی غفل از کرد و خود تا نشوی - می باید طبع نادان بسکسار نگیرد هرگز	ترک هم بنمی پر شود و سر چند کنی علم را بر غضب و خشم خداوند کنی وزن خود راست بهیزان خرد من کنی

ہم نے سطور بالا میں غالبؔ، نظیری اور حافظ شیرازی
 کی چند ہم طرح غزلوں کو حسرتی کے کلام کے مقابلہ میں صرف اس خیال سے
 پیش کیا ہے کہ نکتہ میں طبائع مختلف شعر کی جولانی طبع کو ایک ہی زمین
 میں دیکھ کر لطف حاصل کریں اور ارباب ذوق سلیم موازنہ کریں کہ
 سب سے کچھلا سخن جو میدان سخن میں آیا ہے اُس نے اپنے متقدّمین
 کی روش کو کس درجہ ترقی دی ہے اور باوجود ہندوستانی نژاد ہونے
 کے فارسی زبان پر اُس کو کس قدر قدرت حاصل ہو۔ فقط

تمام شد

صحت نامہ متعلق حالات حضرت شیخ

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۹	۲۹	تمر	۱۹	۵	میسائیدند
۱۰	۱۳	بیابند	۷	۴	رسیدند
۱۱	۱۲	بایند	۲۰	۹	بادا
۱۲	۱۵	باخوانند	۱۵	۱۵	حدیث پر مشورہ
۱۳	۱۲	بگزد	۲۱	۷	دراں
۱۴	۱۵	ترشیدہ	۲۲	۴	گزندے
۱۵	۵	ود	۲۲	۱۱	مسجد
۱۶	۴	اشرب	۲۵	۱۲	امرزش
۱۷	۹	وشا زده	۳۰	۱۲	تاریخ دہی
۱۸	۱	خواند	۱۳	۱۳	مفتی صاحب
۱۹	۲	چو	۳۱	۹	گلشن بخار میں آپ کا ذکر
۲۰	۱۲	کم	۳۲	۱۹	از زبان
۲۱	۳	آواز گیت	۳۱	۲۲	آفرینوں

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
دیوان فارسی	دیوان فارسی	۷	۷۲	پایہ اعتبار	پایہ اعتبار	۷	۴۵
تغییر	تغیر	۱	۷۴	طراز	طراز	۱۹	۴۷
آئین	آئین	۲	۷۷	سرخرو	سرخرو	۱۳	۴۸
آہستہ	آہستہ	۹	۷۸	نظر	نظر	۵	۵۷
صنہ	ضیمہ	۶	۸۲	جاہ و جلال	جاہ و جلال	۴	۶۱
مشکل	شکل	۴	۸۸	جم و	جم	۸	۶۵
				بربط	بربط	۲	۶۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۰

خواہاں ہوں کوباغِ تنزہ شمیم کا
تیرے گدا کو سلطنتِ جم سے کیا کہ ذوق
نیرنگ جلوہ یارِ قہ ہوش سوز ہے
تیری نسیمِ لطف سے گل کو شگفتگی
واجب کی حکمت آئے گی ممکن کی عقل میں
وقت سے پہلے بحرِ سلامت کی راہ ہو
میری فنا ہے مشغلہ محفلِ بقا
گہیزے شوق میں ہیں ہی بیقراریاں
طاعت اگر نہیں تو نہو یاس کس لیے
جس وقت تیرے لطف کے دریا کو جوش آئے

یارِ ادھر بھی بھیجے جھوکا نسیم کا
ہے کاسہ مشکستہ میں جامِ دو نیم کا
کیا امتیاز رنگ سے یکجہ شمیم کا
وابستہ تیرے حکم پہ چلنا نسیم کا
کتنا دماغ ہے خلل آگیاں حکیم کا
کیسا سپاسدار ہوں عقلِ سلیم کا
پر وازہ ہوں میں پر تو شمعِ قدیم کا
لے لوں گا بوسہ پایہ عرشِ عظیم کا
وابستہ سبب ہے کرم کب کریم کا
قوارہ جنال ہو زباناہِ جسیم کا

اے شیفۃ عذابِ جہنم سے کیا مجھے
میں مستی ہوں ناز و خباں کی قسم کا

آخر غلام ہیں میں تمہارا قدیم ک
ہیچانہ دیکے بادۂ عنبر شمیم کا
خلدِ بریں ہے طبقۂ اسفلِ جحیم کا
کیونکر گلہ نہو مجھے طبعِ سلیم کا
اندازِ ہم میں اُن ہیں یہی ہی قدیم کا
آیا جو تذکرہ کبھی لطفِ عسیم کا
دستور ہے طبیعتِ ناستقیم کا
ممنون ہوں عدو کے فراجِ سقیم کا
بیشک ادھر بھی آئے گا جھوکا لیم کا
یہ رنگ و عیشہ کام ہے دیوِ جسم کا
باقی نہیں اثر بھی عظامِ ریم کا
جو ایک دم میں خون کرے سونیم کا
اہلِ جنوں میں ہکو لقب ہی حکیم کا

یہ فیض عام شیوہ کہاں تھا نسیم کا
ہیچان ترک جاہ لیا پیرِ دیر نے
کیا ڈھونڈتی ہے قوم کہ آنکھوں میں م کی
اس شوخ کجِ ادا سے نہ آئی سوافقت
شکوے یہ اب جو ہوتے ہیں باہم نہیں
اُس وقت ہم گئے گئے احبابِ خاص میں
بدستیاں کبھی کبھی مستوری و عفاف
اُس رشک گل کی بسترِ گل سے ہی احتراز
اے جانِ بے قرار ذرا صبرِ چاہیے
جسکی ہر شے صاف نہو آدمی نہیں
اب جستجو ہی اُن کو ہماری تو کیا حصول
عاشق بھی ہم ہوئے تو عجب شخص کے ہوئے
ہم نے کئے قواعدِ وحشت جو مضبوط

<p>ہر کارنامہ جبے بیاض اپنی شفیقتہ تفویم سالِ حق ہے دیواں کلیم کا</p>	
<p>کچھ اور رنگ ڈھنگ ہوا کائنات کا کیا اعتبار زندگی نے ثبات کا مشاق یہاں نہیں کہ فی اس التفات کا پانی ہو خشک چشمہ آبِ حیات کا ہاں عالم شہود ہے آئینہ ذات کا کیا اعتبار ہے اُنھیں دشمن کی بات کا بس آپ فکر کیجئے اپنی نجات کا نامہ نہیں رہا یہ ورق ہے برات کا رکھا ہی اُس نے سوگِ عدو کی وفات کا</p>	<p>جبے عطا ہوا ہمیں خلعت حیات کا نیشہ آمار شکوے کو بالائے طاق رکھ لڑتے ہو جب رقیب کرتے ہو مجھ سے صلح گریبے تشنہ کام کو دے خضر تے دم یہاں خار و خس کو نے ادبی سے نہ دیکھنا کہتے ہیں جان جانتے ہیں جو فاقے مجھے واعظ جنوں دوسے نہیں باز پرس حشر جوشِ مرشکِ خف کے سبب سے دم رقم اے مرگ آگہ میری بھی رہ جائے آبرو</p>
<p>ایسے کے آگے شفیقتہ کیا چل سکے جہاں احسان ایک عمر ہے ایک رات کا</p>	
<p>کیا خوب پسند گو بھی ہے محتاج پسند کا عاشق ہوں اُنکی خاطر شکل پسند کا</p>	<p>کیا فائدہ نصیحتِ ناسودمند کا جب میں نہیں پسند تو پھر اور آہنگی</p>

اے بادِ صبح تابہ کجا اہتزاز گل اُس ماہ ویش کو پیڑ رو سے کام کیا اُس کو چہ میں ہی عزت خسرو گلد سے کم نالہ نہ ناز سا نہیں کیونکہ گلہ کروں	گوشہ اُلٹ دے یار کے منہ سے پرند کا ہی فیض اپنے اخترِ بختِ نژاد کا کیوں ناز مستند سی ارجمند کا میں شکوہ سنج ہوں تیرے کاخ بلند کا
--	--

دیوان گوہارے بتوں کی نگاہ میں
اے شیفتہ وہ رتبہ ہی جو پید و زند کا

کچھ انتظار جھکو نہ می کا نہ ساز کا لگتے نہیں پلک سے پلک جو تمام شب دشن پے صبح جگاتے ہیں یار کو ایمن ہیں اہل جذبہ کہ بہر ہی اُنکے ساتھ پھنسے کے بعد بھی ہے وہی تشنگی تقویٰ مرا شعار ہی عصمتِ سرشتِ دوست بارے عجیب بات تو پھیلی جان میں ساتی کے ہیں اگر یہی لطاف کیا عجب پیرِ مخاں نے رات کو وہ کچھ دکھا دیا	ناچار ہوں کہ حکم نہیں کشفِ راز کا ہی لیک شعبہ مرہِ نیم باز کا یہ وقت ہی نسیم سحر اہتزاز کا سالک کو ہی خیال نشیب و فراز کا کیا خوب جال ہے نگہ جاں نواز کا پھر مجھے کونسا ہی سبب احتراز کا پایا کسی نے گوثر افشائے راز کا ارض و سما میں ہوش نہوا تنہا راز کا پرگز رہا نہ دسیان بھی حسنِ مجاز کا
--	---

<p>دیتا ہے داغ رشک پر بند سپہر کو بانی وضو کولاؤ رخ شمع زرد ہی لیکنا کسی کو ہم نے نہ دیکھا جہان میں</p>	<p>جلوہ تمھاری معجز گو ہر طراز کا مینا اٹھاؤ وقت اب آیا نماز کا طول اہل جواب ہی زلف و راز کا</p>
	<p>جو راجل کو شوخی بیجا کہا کی تھا محو شفیقتہ جو کسی مست ناز کا</p>
<p>نہ اس نامہ میں چرچا ہوا دانش و دیں کا شیم زلف ہی ہو تو خوشبخت دل نے بنات لکھنے کس سے کس واسطہ رکھیں ازل میں دیکھتے ہی ہم سخن کو سمجھتے تھے نما نہا ہی نہایت خلافت بیٹوہ عشق وہ طرفہ حال کہ جس سے جما و قس کرے ہزار مرتبہ فرما دجان شیریں دے</p>	<p>نہ شوق شعر تو بزدلہ ہائے رنگیں کا کب انتظار کیا موسم ریا جین کا نہیں ستارہ گہ خاندان پر دیں کا کہ مشتری نہیں اس گوہر نو آئیں کا غلط ہی شوق ہمیں گریہ ہائے رنگیں کا نہ رنگ بھی متغیر ہوا اہل تمکین کا وہی ہی حق نمک عتوہ ہائے شیریں کا</p>
	<p>عجیب حال میں ہی شفیقتہ معاف کرو جو کچھ قصور بھی ہو اس غلام دیریں کا</p>
<p>اے اُن بن چہا شور پہ آنا دل کا</p>	<p>سمجھے جو گرمی ہنگامہ جلا ناول کا</p>

<p>پھنسنے سے پہلے بھی مشکل تھا چھٹا نادل کا نہ سُنا تم نے کبھی ہائے فنا نادل کا کھیل جو لوگ سمجھتے ہیں لگانا نادل کا مدنوں سے نہیں لگتا تھا ٹھکانا نادل کا بھید لڑ کو سے نہیں کہتے ہیں نادل کا لایئے تھکو ہو منظور ستانا نادل کا آج تک جس نے ذرا حال بخانا نادل کا کیوں نہ ہو شکوہ سرا ایک زمانا نادل کا آدمی کا نہیں مقدور بچانا نادل کا</p>	<p>ہی تیرا سلسلہ زلف بھی کتنا دلہند دیکھتے ہم بھی کہ آرام سے سوئے کیونکہ ہم سے چھپیں کہ اسی کھیل میں کھوئی ہر عمر عاقبت چاہِ ذوق میں خبر اُس کی پائی کس طرح در محبت میں جواؤں اُس کو ہم یہ سمجھے تھے کہ آرام سے تم رکھو گے ہم بھی کیا سا دین کیا ہیں تو قہ اُس سے جلوہ گاہ غم و شادی دل و شادی کیا شکل مانند پری اور یہ افسوں و ف</p>
---	---

شبیہ ضبط کرو ایسی ہو کیا بیتابی
جو کوئی ہو تمہیں احوال سُنا نادل کا

<p>ہم پر ہے التفات ہمارے حبیب کا ایسا وہ ہی جلوہ ریز لباسِ پاس ہیں اچھا جو اس کو سو گئے تو آجائے اس کو تیری گلی سے آگے نہ ہرگز ہوا چلے</p>	<p>گیرا مگر نہیں ہی نفسِ عندلیب کا جو عہد کودکی میں گلہ تھا ادیب کا اچھا ارشہ ہے زلفِ معین کی طیب کا کوچہ سے تیرے پاؤں نہ اٹھے غریب کا</p>
---	---

<p>ہم بھی ذرا علاج کریں گے طبیب کا سنے چرخ کا گلہ نہ گلہ ہے ہی نصیب کا اُس بزم میں ہو دخل ہر اسبر رقیب کا جسکو کہ اشتیاق ہو حال عجیب کا پوچھا جو مجھ سے نام کسی نے حبیب کا</p>	<p>مصرف ہی بہت وہ ہمارے علاج میں تلیم سے دفاق رضا سے ہی اتفاق ہم پانوں پھونک پھونک کے سکھتے ہیں کیا کریں ہو جائے کاسر لیس شکر فان بیکدہ سنے ہی نام دشمن صد سالہ ہو گیا</p>
<p>اُس شک گل نے لی ہو بلبل توشیحۃ دیکھے چمن میں شور کوئی عندلیب کا</p>	
<p>ہے گلہ اپنے حال اتر کا رگ بسل ہے تارِ مسطر کا گردش دہر دور ساغر کا کام یہاں کیا ہے دامنِ تر کا اور وعدہ ہے روزِ شر کا خوں لیا تو مرے کیو تر کا کام ہے یہ اُسی ستمگ کا ہائے کھام سے مقدر کا</p>	<p>جھوٹوں میں جو اُس ستمگ کا مال لکھتا ہوں جانِ مضطر کا آنکھ پھرنے سے تیرے جھکو ہوا شعلہ رو یا ر شعلہ رنگ شراب شوق کو آج بیقرار سی ہے نقشِ تسخیرِ غیر کو اُس نے یری ناکامی سے فلک کو حصول اُس نے عاشق لکھا وعدہ کو لقب</p>

	آپ سے لفظ لفظ جاتے ہو شیفتہ ہو خیال کس گھر کا	
<p>مچھیر گلہ رہا ستم روزگار کا گل ہو گیا چراغ ہمارے مزار کا کچھ بھی خیال ہو دل امیدوار کا یہ فیض ہے صبا کی دم مشکبار کا منگوا دو پیر ہن مجھے اُس گلزار کا کیا فضل ہو شراب کی موسم بہار کا دیکھا اثر یہ نالہ بے اختیار کا اب کیا کروں علاج دل بقرار کا</p>	<p>سب حوصلہ جو صرف ہوا جو ریا کا تھا کیا ہجوم بہر زیارت ہزار کا جو روح جفا بھی غیر پر اے یار دشمن کھلنے لگے ہیں از سر نو غمخائے زخم گر چاہتے ہو جامہ نہو چاک ناصح ہر کوچہ میں کھلی ہو جو دکان می فروش گہرا کے اور غیر کے پہلو سے لگ گئے وہ آتے آتے غم کے کہنے سے تھم گئے</p>	
	<p>آزاد ہو عذاب دو عالم سے شیفتہ جو ہے اسیر سلسلہ تابدار کا</p>	✓
<p>وہ جن کہ غور شد کے عیب سے رہا اس راہ سے جاتا تھا ہمارے بھی گھر کا کیا فائدہ گر آنکھ سے سخت جگر کا</p>	<p>اُس بنم میں ہر چیز سے کمتر نظر آیا ہیفا بدہ ہے وہم کہ کیوں بے خبر آیا کچھ دیر نہیں اُس سے کہ نیرنج بتا دیں</p>	

<p> شکوہ جو زباں پر مری آ شفتہ تر آیا ناگاہ وہ بیتاب مری قبر پر آیا یہاں درہم و دینار میں برگ و ثمر آیا ہر پارہ اک الماس کا ٹکڑا نظر آیا اس واسطے شب گھر میں مرے نے خبر آیا کیا عندہ ہوا زنا ہر خشک ابر تر آیا </p>	<p> گو کچھ نہ کہا پر ہوے دل میں متاثر بے رطافتی شوق سے میں اٹھ ہی چکا تھا نے قدر ہے نفلس شجر خشک کی مانند حال دل صد چاک پہ کٹنا ہے کلیجا دیکھے کہ جدائی میں ہو کیا حال وہ بدظن کیا دیر ہوا دوسری گلفام سحر ہے </p>
<p>یہ چھین گئے وہاں جو کوئی معتبر آیا</p>	<p>روداد میں ہیں شوق سے مختلف اقوال</p>
<p> کچھ نکھارا بھی کرم یاد آیا غم نہ کھایا تھا کہ سم یاد آیا مجھ کو ہنگام رقم یاد آیا داغ آہوے حرم یاد آیا اضطراب پے ہم یاد آیا اُس کو ہنگام قسم یاد آیا جامِ محو سے مجھے جم یاد آیا دیکھ کر آئنے کم یاد آیا </p>	<p> جب رقیبوں کا ستم یاد آیا کب ہمیں حاجت پر ہمیر پڑی نہ لکھا خط کہ خط پیشانی شعلہ زخم سے اویں صید فگن ٹھہرے کیا دل کہ تیری شہی خوبی بخت کہ پیمانِ عدو کھل گئی غیبتِ الفت اُسکی وہ مراد ہے کہ خود بینوں کو </p>

کیا کوئی اور ستم یاد آیا	کس لیے لطف کی باتیں ہیں
ایسے غور رفتہ ہوا کی شے تھیں کیوں کہیں اُس شوخ کا رم یاد آیا	
ہارے مرتا تو مرے کام آیا نامہ یہ صبح گیا شام آیا گویر آئے تو آرام آیا دل میں شوق بت خود کام آیا دشمن تیرہ سہرا انجام آیا تبت مغرور سہرا پام آیا	قبر پر وہ بت گل نام آیا دو قدم پہاں کو پہرے مگر رگتے پر نہ گیا رنج کہ وہ نیر باد اسے ہوں کام کہ اب شمع کی طرح اٹھے ہم بھی جب جب مری آہ فلک پر پہنچی
جلد منگو اور شراب گل رنگ شیفتہ ساقی گل فام آیا	
کیا کہوں تھما رہے دل پہرے نہ پاں پر آیا وہ تو اسے نہیں پیرا پس کیونکر آیا ہم بھی کیا نوب ہیں جی چوچہ ہمیں ہر آیا جیٹکے واسطے ڈالے سوچے سے کس نے آیا	اُس سے میں شکوہ کی بات کس ستم کر آیا تیرے سے اٹھ کے یہی وہ بیان مگر آیا وعدہ کس شخص کا اور وہ بھی نہایت کیا مجھ سے وہ منہ لے کر اس شان سے آئے گویا

<p> جذبہ شوق کی تاثیر اسے کہتے ہیں خاک ہونے کا مر سنا کر نہ آیا ہو کہیں اُٹ گئے ہوش کہ پیغام اجل ہی یہ جواب دل صدیاں تک میں ہو کاکل شکیں کا خیال اے اجل تیرے ننگہ کی تو مجھے مہلت دے اپنی محفل سے یہ آرزو اٹھایا مجھ کو نہ دیا ملے مجھے لذت آزار نے چین </p>	<p> سن کے قاصد کی خبر آئیے دیر آیا آج اُس بزم سے کچھ غیر مکر آیا کو چہ یار سے زحمتی جو کبوتر آیا کہ مجھے گریہ جو آیا تو مسطر آیا اہل ماتم میں یہ چہ چاہے کہ دلیر آیا کہ منانے کے لیے آپ مرے گھر آیا دل ہوا بچ سے خالی بھی تو جی بھرا آیا </p>
--	---

<p> آپس سے تو ہیں جیتے ہی بن آسے گی شمشادہ ضد یہ جو اپنی وہ سنگم آیا </p>
--

<p> ۱۰ رات داں گل کی طرح سے جسے خداں دیکھا کوئی نہ جان بہاں میں نہیں جیتا لیکن میں نے کیا جانے کس فوج سے جیوں قتل نہوایہ کہ کبھی اپنے گئے پر دیکھیں اس طرف کو بھی نگہ تاسر مرگاں آئی پانی پانی ہوئے مقرر پھر آئے کہ وہ </p>	<p> صبح بلب کی روش ہدم افتاں دیکھا تیرا جو رک جیتے ہوے بچاں دیکھا کہ بہت اُس سے سنگم کو پشیمان دیکھا یوں تو سو بار ترزا خنجر براں دیکھا بار ہی کچھ کچھ اثر گرہ پتہاں دیکھا شمع کو لٹش پر پروانہ کی گریاں دیکھا </p>
--	--

قطرہ

<p>غم غلط کرنے کو اجاب ہیں جانب باغ ورویں خاصیت انگہ سوزاں پائی ایک نالے میں تم ہائے فلک سے چھوٹے کون کہتا ہے کہ ظلمت میں کم آتا ہے نظر</p>	<p>لیکے کل تو عجب رنگ گلستاں دیکھا نستر میں اثر خارِ منبلاں دیکھا جسکو دشوار سمجھتے تھے سو آسان دیکھا جو نہ دیکھا تھا سو ہم نے شبِ ہجراں دیکھا</p>
--	---

شبیقتہ زلف پر پرو کا پڑا سا یہ ہیں
 میں نے جب آپ کو دیکھا تو پیشاں دیکھا

<p>جھاؤ جو رکھ کا اُس سے گلا کیا وہ نے پروا جواب نہ لکھے دیا کیوں نے اُس بد خو پہ عاشق شبیم گل میں بج سے پر ہون ہے نہ لکھنا تھا غم ناکامی عشق ہمیں تھا آپ قصہ عرض احوال تماشا ہی جلے گر خانہ غیر فنا سے عاشقاں ہیں بقا ہی</p>	<p>جو پوچھے مہربانی کیا وفا کیا خدا جانے کہ دشمن نے کھا کیا ہمارا دوست کوئی بھی نہ تھا کیا غلط ہی ہے کہ احسان صبا کیا جواب نامہ سے دعا کیا جو وہ خود پوچھتے ہیں پوچھنا کیا وہ کہتے ہیں کہ آہ شعلہ زرا کیا دیت زندونی کیسے خون بہا کیا</p>
--	--

	عکس و عکس عشق آزمایا	اگر ہو اہو تو توشل کر چک	
	قطعہ		
	<p>تلون سے ہی تھکودعا کیا کبھی بیوہ غیرت و وفا کیا کبھی خلوت میں شرم و حیا کیا کبھی الطاف جرات آزمایا کبھی یہ غمہ ہائے جانفزا کیا کبھی کسنا کہ یہ تھنے کہا کیا کہ کیا طاہر چھپوں میں خطا کیا پئے ہم جلوہ ہائے دلریا کیا جواب اک مختصر مجھ کو دیا کیا</p>	<p>کمال میں نے اے سرمایہ ناز کبھی مجھ پر غنا بے سبب کیوں کبھی محفل مریہ پیدا کیا کیوں کبھی مکر صولت آفریں کیوں کبھی طعنہ ہا جانگزا کیوں کبھی شغور میری نغمہ سازی کبھی بے حرم یہ آزدہ ہونا کبھی اس دشمنی پر بہر نکسیں یہ سب ل اُس نے نہ کرے تکلف</p>	
	<p>ابھی اے شہینہ واقف نہیں تم کہ باتیں عشق میں ہوتی ہیں کیا کیا</p>		
<p>مفت میں شہر میں لوگوں میں عامل ہو گیا غیر کا مائل جو وہ شیریں شامیل ہو گیا</p>	۱۶	<p>ہر یوں عشق کے افسوس سے مائل ہو گیا نہیں فریاد وہ خسرو نہیں پھر کیا سبب</p>	

<p>اشکباری ہکناری کی ہوس میں ات بھی زخم میں سے بھر خور تھے اغیار کو اہل وحشت کو مری شورش سے لازم خطر رشک خسرو بے تہ نہ تاز شیریں سے اثر ہی خراش ناخن غم میں بھی کیا بالیدگی عیب کے دل فوج کرنا اور بھی اچھا ہو اُس کے اُٹھنے ہی یہ پہل پڑ گئی بسن میں ہوش تو دیکھو کہ سنکیری وحشت کی خبر ہاتھ اٹھایا اُس نے قتل بیگنہ سے سیر بعد حسن کے اعجاز نے تیرے سٹا یا کفر کو پھر نئے دم چور ویا وہ بڑی تسخیر تھی</p>	<p>قلزمِ گریہ کو اسکا دہیان ساحل ہو گیا بیوفائی سے نخلِ کسوفت قاتل ہو گیا بینہ مجنوں میں کہ مجنوں کے مقابل ہو گیا سینہ فزا و مثل بے ستوں ریل ہو گیا جو ہلال غم تھا سو ماہ کامل ہو گیا حلقہ اسلام میں وہ شوخ داخل ہو گیا طورِ روزِ حشر سب کو طرِ محفل ہو گیا چھوڑ کر دیوانہ پن کو تیس و اقل ہو گیا طالبِ اغیار سے جلاؤ عادل ہو گیا تیرے لگے نقش مانی نقش باطل ہو گیا آبِ چشمِ یارِ آبِ چاہ با بل ہو گیا</p>
---	--

ہر عدم میں بھی تلاشِ سرمہ و مشک نہ تھی
 شیفۃ تیغِ نگہ سے کسی گھائل ہو گیا

<p>یار کو محرومِ تماشا کیا آنچل ہنستہ رہا شیبِ زخم میں</p>	<p>۲۰ مرگِ مفاجات نے یہ کیا کیا جان کو دشمن کی بیس کیا کیا</p>
---	---

عرضِ تناس سے رہا بے قرار نہ رہا دل نہ ہی غیروں سے گرم نہ فرما ہی اب ان کو گماں انکو محبت ہی میں شک پڑ گیا دیکھے اب کون بے خاک میں حسرتِ آغوش ہی کیوں سہکا چشمِ عنایت سے بچی جان مجھے	شہ پہ مجھے میں سے چھٹا کیا شولہ نے الٹا مجھے ٹھنڈا کیا آہ فلک سیرنے پہ کیا کیا ڈر سے جو شکوہ نہ ہو کا کیا یار نے گردوں سے کچھ ایسا کیا غیر سے کب اس نے کنار کیا نرگس پیار نے اچھا کیا
--	---

غیر ہی کو چاہیں گے اب شیفۂ کچھ تو ہی جو یار نے ایسا کیا
--

اس غمِ بیش ابرو کا گلا ہو نہیں سکتا بچ تو ہی انڈر کرے قربانِ حنوشی کر غیر بھی ہو وقفہ مستم تو ہے مسلم بھلے گہ دل کو ترا ناخنِ شمشیر بہشت ہو تجھے راہ میں اس کو بھی کی جھجھیر اسے جو کہا اہدمِ اغیار نہ ہو چے	دل گوشت ہوتا خنجر سے جدا ہو نہیں سکتا نالوں سے تو کچھ کام مرا ہو نہیں سکتا کچھ تم سے بجز جورو جفا ہو نہیں سکتا یہ کام اجل سے بھی روا ہو نہیں سکتا زہنا رہا اے راہ نما ہو نہیں سکتا تو چہیں بچیں ہو کے کہا ہو نہیں سکتا
---	---

یہ رازِ محبت ہی نہ افسانہ بلبس کبتِ لعلِ خفتہ نے دیا خواب میں آنے	محرم ہو مری بادِ صبا ہو نہیں سکا وعدہ بھی کیا وہ کہ وفا ہو نہیں سکا
--	--

وہ مجھ سے خفا ہی تو اُسے یہ بھی ہی زیبا پر شیفۂ میں اُس سے خفا ہو نہیں سکتا	
--	--

صبح ہوتے ہی گیا گھر مہتاباں میرا گرم گرم اُس سُرخ نازک پہ نظر کی کس نے دادی بجد کو دلی سے نہ دینا نسبت دیکھ کر میری طرف ہنس کے کہا یہ دمِ قتل نہ گھر آیا نہ جنازہ پہ نہ مرقہ پہ کبھی چارہ ساز کوئی نہ ہتا ہی بجز چاک ہو	” پتھر خور نے کیا چاک گریباں میں ریشک گلینہ ہی کیوں دیدہ گریاں ہو وہ مجنوں کلبیا باں یہ بیا باں آج تو دیکھ لیا آپ نے پیماں حیف صدف نہ نکلا کوئی ارماں آپ سو پارسیں ہیں یہ گریباں!
--	---

اُسکی لعلِ کاندھیاں تو اسی شیفۂ پھر اس شب بھر میں ہی کون نگہاں میرا	
--	--

گو میں یادِ قدیر نے سوئے نہ دیا واہ اے طالعِ خفتہ کہ شبِ عیش میں بھی واہ میں صورتِ آغوش سحر تک آنکھیں	” فتنہ حشر کو رفتار نے سوئے نہ دیا وہم بخوابی اغیار نے سوئے نہ دیا شوقِ بخوابی دلدار نے سوئے نہ دیا
---	--

<p>یاس سے آنکھ بھیجی تھی تو توقع سے کھلی طالعِ غصہ کی تعریف کہاں تک کیجے دردِ دل سے جو کہا بند نہ آئی تو کہا</p>	<p>صبح تک دھڑ دھڑا رہا سوئے نہ دیا پاؤں کو بھی خلشِ خار نے سوئے نہ دیا جھک کر کب نہ گس ہمارے سوئے نہ دیا</p>
<p>شعبِ ہجران نے کہا قصہ کیسویں دراز شہِ غصہ تو بھی دل زار نے سوئے نہ دیا</p>	
<p>آج ہی کیا آگ ہو سرگرم کین تو کب نہ تھا آج ہی دعویٰ ہو کیا تجھ کو تیاں دہرے آج ہی بہات پر پیچہ کیا رکنا ہے تو آج ہی تری جگہ کچھ سینہِ دول میں نہیں آج ہی کیا شرم و شوخی کو ملایا ہے ہم آج ہی کیا ہو فلک پر شکوہ فریادِ خلق آج ہی کیا دشمنوں سے قتل کی تدبیر ہے آج ہی بابتیں بنانی یہاں کے آنے میں نہیں آج ہی اٹھکر یہاں سے کیا حد کو گھر گیا آج ہی ٹیکا لگانے سے لگے کیا چار چاند</p>	<p>۲۴ شمع ساں مجبور ہوئے آتشیں تو کب نہ تھا غیرتِ غلامِ رشک جو رہیں تو کب نہ تھا اے شکر بر سرِ پرغاش و کیں تو کب نہ تھا مثلِ تیر غمِ ظالم دلنشیں تو کب نہ تھا غیر سے بیباک مجھ سے شرم کیں تو کب نہ تھا اے شکر آفتِ روسے زیں تو کب نہ تھا ای جفا جو درپے جانِ حزیں تو کب نہ تھا جیلہ گر تو کب نہ تھا غدا فریں تو کب نہ تھا مہر و شب کو کہیں نہ کہیں تو کب نہ تھا نہ تکلف بے تکلف مہ جہیں تو کب نہ تھا</p>

آج ہی کچھ نہ بھراں سہیں پروانہ وار
شیقتہ بیتاب رکوا آئیں تو کب نہ تھا

<p>ہم کہیں کس دن تھا میں ہم کہیں تو کب نہ تھا سخت جان میں کب نہ تھا اور باز میں تو کب نہ تھا آفت جانِ بلائی عقلِ مد میں تو کب نہ تھا ہم نہ تھے کب عجز گسترِ شکلیں تو کب نہ تھا چشمِ افسوس سے سحرِ آفریں تو کب نہ تھا بدگماں ہم کب تھے اور بے یقین تو کب نہ تھا ہمروتِ ہونا مصروفِ کیں تو کب نہ تھا</p>	<p>۲۵ میں بے نشان گردا و محفلِ نشیں تو کب نہ تھا یہاں سبکِ حسن و تلاواں گراں عرصِ نیاز ناصح و واعظ کی مطعوں اور صنم ہم کب نہ تھے انتہا کی بات ہی یہاں ابتداءِ عشقِ بحر جستجو میں ہرگز تخیل کی ہم کب نہ تھے تجھ کو شکِ الفت میں اپنے ہم کو وہ ہم بطِ غیر ناشکیبا مضطرب و قفِ ستم ہم کب نہ تھے</p>
--	--

تیری ان باتوں پہ ہم طعنے اٹھاتے کب تھے
اے شکرِ شیقتہ کا ہم نشیں تو کب نہ تھا

<p>۲۶ گستاخیوں میں بھی مجھے پاس ادب رہا یعنی جفا پہ خوگرِ الطاف کب رہا اس پر جو رہ گیا تو کہاں سے سبب رہا اک عمر میں ستم کش چشمِ غضب رہا</p>	<p>میں صل میں بھی شیقتہ حسرت طلب رہا تغیرِ وضع کی ہے اشارہ و دال کا میں شک سے چلا تو کیا بے سبب چلا دم بھر بھی غیر پر نگہِ لطف کیوں ہوا</p>
--	---

<p>مٹا شیب تو آہ میں بھی انہر جڑیں دلیں بھی کیونکہ آہ نہ شیب نہ شیب مجھ کا عجب رہا</p>	
<p>۲۶ پوچھتے ہیں ملک الموت سے انجام اپنا رات دن اور ہر لمحے گردشِ ایام اپنا یہاں یہ شورشِ گداز اہولیبِ یام اپنا بس کلیجانہ پکا اسے طمعِ خنام اپنا کون ہی جس کو نہ منظور ہو آرام اپنا خونِ اغیار سے لبریز ہے کیا جام اپنا تم نے بھیجا ہی مرے پاس جو ہنام اپنا آپ عاشق ہی مگر وہ بتِ خود کام اپنا</p>	<p>۲۷ بسکہ آغازِ محبت میں ہوا کام اپنا عمر کتنی ہی تصویر میں سرخ و کاکل کے وہاں یہ قدغن کہ نہ آوازِ فغاں بھی پہنچے اُن سے نازک کو کہاں گرمیِ صحبت کی تاب پیشِ دل کے سبب ہی مجھے خواہشِ مرگ بادہ نوشی سے ہما دی ہو اہو خشک ہوا لطفِ سمجھوں تو بجا ہو بھی سمجھوں تو درست ذکرِ عثمان سے آتی ہی جو غیرت اُسکو</p>
<p>تابِ بوسہ کی کسی شہیقہ وہ دیں بھی اگر کر چکیوں کام یہاں لذتِ دشنام اپنا</p>	
<p>۲۸ ارمانِ عدو کا بھی نکل جائے تو اچھا مخفل میں کوئی شمع بدل جائے تو اچھا دل کیچہ و شمشیر میں ہل جائے تو اچھا</p>	<p>۲۹ جی داغِ غمِ رشک سے جل جائے تو اچھا پروانہ بنایا میرے جلاسنے کو و قادار کس چین سے نظارہ ہر دم ہو پست</p>

تم غیر کے قابو سے نکل آؤ تو بہتر	حسرت یہ میرے دل کی نعل چلے تو اچھا
سودا زدہ کہتے ہیں ہو کیفیتہ افروز	تھا دوست ہمارا بھی نہ بھل جائے تو اچھا
<p>۲۹</p> <p>پہلا جام ساقی سے ناب کا دل زار کا ماجرا کیا کہوں کہاں پھر وہ نایاب کیا جسے لیکھو غلے خوشنویاں صبح محبت نہ ہرگز جتنی گئی دم سرد سے لانا طوفانِ باد وہاں پیچہ دوئی خبر کوئی وہاں تیرہ روز وئی ہر پروا کے وہ شخص شخص بھی جاتی رہی میں نے جرم بہتہا ہوں غافل کہ وہاں پڑے صبرِ آرام کی جان پر لب لعل کو کس کے جنبش ہوئی</p>	<p>کہ کچھ خط اٹھے سیرِ مہتاب کا فنا نہ ہی مشہور سیما ب کا غلط شوق ہی جنسِ نایاب کا یہ ہی وقت اُنکے شکرِ خواب کا رہا ذکرِ کل اور ہر باب کا نہ سن ماجرا چشمِ پر آب کا جہاں شعل ہو بادِ ناب کا جہاں شوق ہو سیرِ مہتاب کا کنار اُلٹتے ہی جلیاب کا جنائیں تہیں خل اس باب کا مری جان نے صبرِ بیتاب کا ہو امیں ہی کچھ رنگِ غناب کا</p>

نہ کرنا خطا پر نظر شیفتہ

کہ اغماض شیوہ ہی اجاب کا

ہم خاص نہیں اور کرم عام نہوگا
جو نالہ کہ آتش فلکِ دام نہوگا
الزام کے دینے سے تو الزام نہوگا
مجبور ہوا ہر دلِ خود کام نہوگا
جب ہم سے کوئی نالہ سراخام نہوگا
بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہوگا
لیجائے مرا اب کوئی پیغام نہوگا
آنا رہو گئے مجھے آرام نہوگا
ہر صبح تو قہ ہے کہ تا شام نہوگا
کس وقت انہیں شغلِ مزدِ جام نہوگا
مجاثر لذت و شنام نہوگا
نالہ نہیں جو آفتِ اسرام نہوگا
آئینہ نہ دیکھے کوئی گلفام نہوگا

۳۰ تقلیدِ عدو سے ہمیں ابرام نہوگا
صیاد کا دل اُس سے پگھلنا متعذر
جس سے ہی مجھے ربط وہ ہی کون کہاں
بیدار وہ اور اُس پہ دفا یہ کوئی مجھ سا
وہ غیر کے گھر غمہ سرا ہونگے مگر کب
ہم طالبِ شہرت ہیں ہم ننگ سے کیا کام
قاصد کو کیا قتلِ کبوتر کو کیا ذبح
جب پردہ اٹھاتا ہے عدو و دوست کون
یہاں جیتے ہیں امر و بدشمن اور دہاں
قاصد ہے عیشِ شطِ وقت کہاں شوق
دشمن پس دشنام بھی ہی طالبِ بوس
رضت بس ایسا نالہ کہ یہاں ٹھہر چکی ہی
برقِ آئینہ فرصت گلزار ہے اُس پر

ایضاح سے حاصل بحسب اہام ہوگا	اے اہل نظر وہ میں پوشیدہ ہی خوشید
بیچارہ کبھی لائق العام ہوگا	اس ناز و تغافل میں ہی قاصد کی خرابی

اُس بزم کے چلنے میں ہو تم کیوں مترود
کیا شیفتہ کچھ آپ کا اکرام ہوگا

<p>آرے سے اگر چہ تیرے تو میل نہیں کرتا سچ جانے میں اس میں تکلف نہیں کرتا کچھ اپنی طرف سے تو تصرف نہیں کرتا دل جلوہ گہ لانشف وشف نہیں کرتا آتا ہی مگر آ کے توقف نہیں کرتا جو قتل کئے پر بھی تاسف نہیں کرتا کچھ آپ سے میں ذکر تصوف نہیں کرتا ہر چند سنا ہی کہ تخلف نہیں کرتا</p>	<p>دیکھوں تو کہاں تک وہ تطف نہیں کرتا تم دیتے ہو تکلیف مجھے ہوتی ہی راحت سب باتیں انھیں کی ہیں سچ بولیو قاصد سو خوف کی ہو جائے مگر رند نظر باز شوخی سے کسی طرح سے ہیں اسکو نہیں ہی اُس شوخ شکر سے پڑا ہی مجھے پالا جو کچھ ہی انا میں وہ ٹپکتا ہے انا سے شکیں ہو کیا وعدہ سے معشوق ہوا احمد</p>
--	--

کیا حال تمہارا ہی نہیں بھی تو بتاؤ
نئے وجہ کوئی شیفتہ اُن اُن نہیں کرتا

دشمن کو اور دوست نے دشمن بنا دیا	اپنی خواہش میں ہمیں مسکن بنا دیا
----------------------------------	----------------------------------

<p>گل برگ کو جو غنچہ سوسن بنا دیا جس ہاتھ نے کہ چیب کو دامن بنا دیا پرے کو اُس کے جلوے نے پلین بنا دیا شب سویم کر لیا سحر آہن بنا دیا بلبل ہے نغمہ گر کہ نوازن بنا دیا صحرا کو جس کے جلوہ نے گلشن بنا دیا اُس نے ہی کیا نگہ کو بھی پُرفن بنا دیا</p>	<p>مشاطہ نے مگر عمل سیمیا کیا دامن تک اُس کے طے نہ پہنچا کبھی ہاتھ دیکھا نہوگا خواب میں بھی یہ فروع حسن تم لوگ بھی غضب ہو کہ دل پر یہ اختیار پروانہ ہے خموش کہ حکم سخن نہیں صحرا بنا رہا ہے وہ افسوس شہر کو مشاطہ کا قصور سہی سب بناؤ میں</p>
--	---

اظہارِ عشق اُس سے نہ کرنا تھا شیعہ
 یہ کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا دیا

<p>انفاسِ باد میں نفسِ آشنا نہ تھا شکوہ جو اُس سے تھا مجھے ہرگز بجا نہ تھا یہاں غیر رسم اور کوئی مدعا نہ تھا شوش تھی مجھ کو پہلے بھی پر یہ مزا نہ تھا مقدور پھر اُدھر نظرِ شوق کا نہ تھا جو عالمِ عقول سے نا آشنا نہ تھا</p>	<p>۳۳ کیا لائقِ زکوٰۃ کوئی نے نوا نہ تھا اس قوم کی رشت میں ہی کم محبتی تاثیرِ نالہ نکتہ بعد الوقوع ہے دشت تھی مجھ کو پہلے بھی پر یہ پیش تھی انکی نگاہِ نازِ عجب تازیا نہ تھی افسوس وہ مظاہر کوئی میں پھنس گیا</p>
---	--

نثرانے اس قدر رہے کیوں آپ اب کو نے پردہ اُنکے آنے سے حیرت ہوئی مجھے	مدت ہیں گو سٹے سٹے مگر میں نیاز تھا وصلِ عدد کی رات تھی روزِ جزا تھا
--	---

انان و نمک کی تھی ہمیں توفیقِ شیعہ ساز و لوا کے واسطے برگ و نوا نہ تھا

کل نغمہ گرجو مطرب ہما و ترانہ تھا یہ بت کہ جائے شیب ہو چہ تھا نقاب میں معلوم ہو سکتا ہے ہر ایک بہانہ سے صرت سے اُسکے کوچہ کو کیونکر نہ دیکھے کیا میکدوں میں ہو کہ مدارس میں وہ نہیں ساتی کی نے مدد نہ سنی بات رات کو کچھ آج انکی بزم میں بیٹھ ہیے بندو دشمن کے فعل کی بھیس تو چھ کیا ضرور	۲۶ ہوش و ہوا اس عقل و خرد کا تار تھا عمدِ شباب اور بہتوں کا زمانہ تھا قصہ اُنہ آئے راتِ حنا کا بہانہ تھا اپنا بھی اس چمن میں کبھی آشیانہ تھا البتہ ایک والِ دل نے مدد نہ مطرب اگرچہ کام میں اپنے لگانہ تھا آلودہ می سے داسن بادِ صبا نہ تھا تم سے فقط مجھے گلہ دوستانہ تھا
--	--

کل شیعہ سحر کو عجبالِ نوش میں تھے آنکھوں میں نشاء اور لبوں پر ترانہ تھا
--

تھا غیر کا جو سنجِ جدائی تمام شب قید آنکھ میرے ساتھ نہ آئی تمام	۲۷
--	----

<p>شکوہ مجھے نہو جو مکافات حد سے ہو پڑ رہا کہ سوتے نہ پائیں کہیں مجھے سچ تو یہ ہی کہ بول گئے اکثر اہل شوق دم بھر بھی عمر کوئی جو ذکرِ رقیب میں تھوڑا سا میرے حال پہ فرما کر التفات وہ آہ تار و پود ہو جسکا ہوائے زلف وہ صبح جلوہ جلوہ گر باغ تھا جورات افسانے سے بگاڑ ہے ان بن ہی خواب سے</p>	<p>وہاں صلح ایک دم ہے لڑائی تمام شب وعد کی رات نیند نہ آئی تمام شب بلبل نے کی جو نالہ سرائی تمام شب کیفیت وصال نہ پائی تمام شب کہتے رہے وہ اپنی بڑائی تمام شب کہتی ہی غنیمتی و صبا بی تمام شب مرغِ سحر نے دھوم مچائی تمام شب ہی فکر و صل و ذکر جدائی تمام شب</p>
--	---

جس کے شمیم زلف پہ پیش ہوں شقیۃ
 اُس نے شمیم زلف سنگھائی تمام شب

<p>یوں بزمِ گلِ خاں میں ہو اس دل کو اضطراب نیزنگِ حسنِ عشق کے کیا کیا ظہور ہیں آجائے ہنشیں وہ پرپوش تو کیا نہو سیما و اس کے بدن کو ہی یہاں طیش وہ با ادب شہید ہوں میرا جو نام لے</p>	<p>جیسے بہا میں ہو عاقل کو اضطراب بسمل کو اضطراب ہی قاتل کو اضطراب دیوانہ وار ناصح عاقل کو اضطراب تسکین ہو سکے جو ہواک دل کو اضطراب قاتل تو پھر نہو کسی بسمل کو اضطراب</p>
--	--

افسوس یاد آہ سے ہل بھی نہ جائے اور میں جاں بلب ہوں اور خبر وصل جاں طلب	یوں ہو بول سے پردہ محل کو اضطراب کیا کیا نہیں دہندہ وسائل کو اضطراب
---	--

لکھا ہی خط میں حال دل بقرار کا
ہو گا ضرور شیفتہ حامل کو اضطراب

کیا اٹھ گیا ہی دیدہ اغیار سے حجاب لاؤ نغم نہیں جو تمنائے وصل پر تقلید کل چاہیے سیرت میں بھی تجھے و شام دین جج بوسہ میں ابرام مسم کریں رندی میں بھی گئی نہ یہ ستوری و صلاح وہ طعنہ زن ہو زندگی ہجر پر عبث جوش نگاہ دیدہ حیراں کو کیا کہوں	۳۷ ٹہنکا پڑے ہی کیوں نگہ یار سے حجاب انکار سے حجاب ہی اقرار سے حجاب کب تک ہے مجھے ترے اطوار حجاب طبع غیور کو ہے پراصرار سے حجاب آتا ہی مجھ کو محرم اسرار سے حجاب آتا ہی مجھ کو حسرت دیدار سے حجاب ظاہر ہے رو آئینہ رخسار سے حجاب
--	---

روز و شب وصال مبارک ہو شیفتہ
جو رفلک کو ہیستم یار سے حجاب

دشمن ہے ہر سے دل مضطر کی شکایت دیوانہ الفت ادب آموز خرد ہے	۳۸ کیونکہ نہ کروں شوخی دلبر کی شکایت سو دین نہیں زلف مغنہ کی شکایت
---	--

<p>تایید نہ کر قتل شہیدانِ وفا میں تاثیر ہو کیا ان لب و دندان کا ہوا ہے کیوں بواہر سوسے دل عاشق کا گلہ ہے اب ظلم شہرتوں کی نگاہ سے ہوں مقابل یہاں کانٹوں پہ بھی لوٹنے میں جہن تہیں ہر تعلیم بد آموز کو ہم کرتے ہیں سینے</p>	<p>ہر ایک کو ہر تیز نئی خنجر کی شکایت نے لعل کا شکوہ ہو نہ گوہر کی شکایت حیران سے بھی کرتا ہو کوئی گھر کی شکایت ہوتی تھی کبھی کاوش نشر کی شکایت وہاں غیر سے ہی پھولوں کے بستر کی شکایت ہر شک و فاجہ ہر تنگدستی کی شکایت</p>
<p>نہ پر وہ وہ آئیں گے تو کیسے مجھے ہوگی اسی شیفقتہ ہنگامہ محنت کی شکایت</p>	
<p>اُس وفا کی مجھ سے پھر امید واری ہو عیث دشمنی کو جو کہا اسماں جاننا ہونا ز سے غمزدہ دوست بے روزگار بھی نظر دل میں سر میں کہل لگا تاثیر کیا ہو آہ میں ہم نے فافن لکے تھکوا اور کو دل دیدیا</p>	<p>دلفریبی کی لگاؤ پتھادی ہو عیث اُس ستم ایجاد سے امید یاری ہو عیث وہم راحت حد کو بے قیاری ہو عیث چشم ترک صورت ابرائشکاری ہو عیث اسی تنگدستی غفلت شعاری ہو عیث</p>
<p>بجز میں جہن و اہل نے نہ کی یاری تو کیا دشمنوں سے شیفقتہ امید واری ہو عیث</p>	

نہ کر فاش رازِ گلستاں عبث
 کفایت تھی مجھ کو تو چینِ جبین
 مقدم ہے ترکِ عدو کی قسم
 جو آیا ہے وادی میں تو صبر کر
 تکبرِ کدائیِ خرابات سے
 وہاں صوتِ میناؤ آواز ساز
 وہاں دس پہچے دن کو ہوتی صبح
 دمِ خضر ہے پیشِ شمعِ زندگی
 پری کا وہاں مجھ کو سایہ ہوا
 طلبِ گارِ راست ہیں نادرومند
 یہ تازکِ مزاجوں کا دستور ہے
 شکایت کو اُس نے سنا بھی نہیں
 مرے غم میں گیسوے مشکیں نہ کھول
 محبت جتنا تاہوں ہر طور سے
 نہ سمجھا کسی نے مجھے کل صبح

نہو بلبلِ زارِ نالال عبث
 کیا قتل کا اور سماں عبث
 وگرنہ یہ سب عہد و پیمان عبث
 شکایاتِ خارِ مغیلاں عبث
 نہ اے خواجہ کھوجاںِ ایماں عبث
 خوش آہنگی مرغِ شبنمِ ایں عبث
 سحرِ خیزیِ عندلیباں عبث
 سکندرِ سرِ آبِ حیواں عبث
 نہیں اشتیاقِ دبستاں عبث
 اگر درد ہے فکرِ درماں عبث
 خشونت کے اندوہِ چراں عبث
 کھلا غیر پر رازِ پنہاں عبث
 نہو خلق کا دشمنِ جاں عبث
 اثر کی نظر سوئے افعال عبث
 ہوا ٹکڑے ٹکڑے گریباں عبث

اٹھائے رقیبوں نے طوفاںِ عبث	مجھے یوں بٹھاتے وہ کب بزم میں
یہ اندازِ دلکش کہاں شیفٹہ جلگہ کا وہی مرغِ بستاںِ عبث	
ہم تاب آفتابِ فروغِ قمر ہے آج آہِ جلگہ خراش کا ظاہر اثر ہے آج تنگی خانہِ حلقہ بیرونِ در ہے آج ساغر میں جس ہمارے ی جلوہ گر ہے آج نورِ چراغ میں جو فروغِ قمر ہے آج گلزارِ جسکو کہتے ہیں وہ اپنا گھر ہے آج آائے رقیب دیکھ کہ پیشِ نظر ہے آج شکرانہ کے سجود میں اور اپنا سر ہے آج	اے شیفٹہ لونید شبِ غم سحر ہے آج آہنگِ دلپذیر سے مطرب ہی جاں نماز دل سے کشادہ تر ہو کیونکر فضا ہے بزم فانوس میں نہ شمع نہ شیشہ میں ہی پری ہواؤں کا دماغ بھی ہے آسمان پر ہمّتِ جلوہ گر ہیں جو اناںِ لالہ رو سامانِ وہ کہ آئے نہ چشمِ خیال میں وہ دن گئے کہ ربطِ رُوسنگ تھا ہم
اسبابِ عیش یہ جو مہیا ہو شیفٹہ کیا پردہ تم سے آئینی اُنکی جنر ہو آج	
جمعِ پوسے کی نہیں خجلیتِ تاثیر نہ کھینچ دمِ نکل جا ہیگا سینہ سے مرے تیر نہ کھینچ	شیفٹہ ہجر میں تو نہ لے شہگیر نہ کھینچ اوستہ گرگِ جاں میں ہی مری پھوٹتہ

<p>حیر پر بھی کوئی کرتا ہے عمل دنیا میں عشق سے کیا ہو تجھے شکل تری کتنی ہو ہو یہ سامان صفائی کا عدو سے کیونکر اے ستم پیشہ کچھ امید تلافی تو رہے چارہ گر فکر کر اس میں کہ مقدر بدلے کون بچرم ہے جو شایقِ تقدیر نہیں</p>	<p>ریخ پہودہ بس اے عاملِ تسخیر کھینچ حسنِ تقریر کو آپس دمِ تقریر نہ کھینچ دستِ مشاطہ سے یوں لف گرہ گیر نہ کھینچ دستِ نازک سے مرے قتل کو شمشیر نہ کھینچ ورنہ پہودہ اذیت ہے تدبیر نہ کھینچ شوقِ تقدیر سے تو حسرتِ تقصیر نہ کھینچ</p>
--	--

وجد کو زمزمہ مرغِ سحر کا فی ہے
شیفتہ نازِ مننی و مزامیر نہ کھینچ

<p>ناصح تپاں ہو شیفۂ نیم جاں کی طرح بہتر ہے آپ غیر سے دل کھو لکر ملیں اُس شمعِ رو کی بزم میں مانع نہ تھا کوئی کیوں ہر نفس ہے شہدِ خموشی سے بند لڑنے میں آشتی نہ تغافل میں التفات خمیازہ بند بند گسل ہے خار سے</p>	<p>کیا دلیں چمھ گئی نگہ بانساں کی طرح آخر تو یہ بھی سیرِ ہی ہو امتحان کی طرح ہوئی تسبک چو نالہ آتشِ قتال کی طرح بھائی ہو دلکو کون سے شیریں بیاں کی طرح یہ جوہر کی نکالی ہو تینے کہاں کی طرح بدست کر گئی یہ کس ابرو کہاں کی طرح</p>
---	--

ہر ہر قدم پہ رشک سے جلتی ہو شمعِ فند

	چلتا ہو وہ بھی شیفتہ میری زباں کی طرح	
<p>غلط ہوا بات کہ کم رزق ہو گدا گستاخ نیم باغ میں چالاک ہو صبا گستاخ نگاہ یار سے ہر وقت ہو حیا گستاخ عز و رہرو وفا مجھے کیا گستاخ زبان بوسہ مجھے تو نے کیوں کہا گستاخ کہ آشناؤں سے ہوتے ہیں آشنا گستاخ</p>		<p>دیا ہو بوسہ مجھے جبکہ میں ہوا گستاخ تھماری بزم میں افسردہ میں بیٹھو نگا کہاں ہو غیرت شوخی کہ بجائے غیرت ہو سیفہ جیسے کہ حد سے چل نکلتے ہیں لبوں سے جان ہو گستاخ ذوق بچد سے قبول کیوں نہی خواہش ہم آغوشی</p>
	<p>عنان ضبط کوئی شیفتہ سے ٹھمتی ہو کہ ہر کرشمہ ہی چالاک وہ ادا گستاخ</p>	
<p>اشخاص سے آگین نگیں صحبت کی یاد وصل کے دن مبدم کیونش شہ ساعت کی یاد حسن و زافول دلاوینامری حالت کی یاد مر گئے پر بھی رہے گی اپنی اس مہمت کی یاد آتی ہو پھر آرزو بھولی ہوئی مدت کی یاد</p>	✓	<p>روز غم میں کیا قیامت ہو شبِ عشرت کی یاد میری حالت دیکھ تو تنہا کتنے ہو چکی میں ہوں بیکس اور بیکس پر ترحم ہے ضرور طاقتِ جنش نہیں اس حالِ پشیمِ عدم غالباً ایامِ حرامِ بچودی میں کٹ گئے</p>
	دل لگانے کا ارادہ پھر ہو شاید شیفتہ	۴۵

ایسی حسرت جو ہر گز رنجی الفت کی یاد	
<p>طلب بوسہ پر اس لب سے شکر آب لذیذ کچھ مزاتونہ سمجھ خضر اسویر عشرت سم کی تاثیر کرے ہجر میں آب حیا زور نہاد سہی پر نہیں مقبول فغاں</p>	<p>تندہی تلخ ہو لیکن ہی محراب لذیذ سب مزاجوں میں نہیں ایسے اسباب لذیذ مٹ گلوں کے سوا اصل میں ہی آب لذیذ تانا معلوم ہو تلخی سے ناب لذیذ</p>
<p>شہقہ ذوق سحر اس لئے کہاں کیا ہی وہ جو کتنا ہی کہ ہی آخر شب خواب لذیذ</p>	
<p>وصل کے لطف اٹھاؤں کیوں کر گر مجھوشی کا کروں شکوہ کہ وہ کیا کروں ہائے میں بیتابہ شوخ ہر بن موم سے دھواں اٹھتا ہے میرے آنے سے تم اٹھ جاتے ہو یاد نے جس کی بھلایا سب کچھ آپ بھایا مجھے رونا اپنا چارہ غیر سے فرصت ہی نہیں</p>	<p>تاب اس جلیے کی لاؤں کیوں کر کہتے ہیں تجھ کو جلاؤں کیوں کر چہن سے پاس بٹھاؤں کیوں کر آتشِ عنہم کو چھپاؤں کیوں کر بزم و شمن میں نہ آؤں کیوں کر اس کی میں یاد بھلاؤں کیوں کر کہتے ہیں ہائے میں جاؤں کیوں کر درد دل اس کو سناؤں کیوں کر</p>

<p>پھر کہو تو کہ مناؤں کیوں کر آتش دل کو بجھاؤں کیوں کر</p>	<p>زندگانی سے خفا ہوں اپنی اُس کے آتے ہی بھڑک اُٹھی اور</p>
<p>شورِ محشر ابھی چونک اُٹھے مگرا شہ قفقہ کو میں جگاؤں کیوں کر</p>	
<p>رہ گئے حیران مجھ کو سب خود آرا دیکھ کر ہنچ دینا مٹ گیا آرام عقبے دیکھ کر شمع رو دیتی ہی پر دانہ کو جلتا دیکھ کر خط دیا تھا نامہ رہنے اُس کو تنہا دیکھ کر آرزوئے شوق کا کرم تقاضا دیکھ کر کام کرتے ہیں مزاج کا منہ مٹا دیکھ کر اپنے دل کو دیکھیے میرا کیلجا دیکھ کر آئے ہیں بہمت پر آشوب صحر دیکھ کر میرے دشمن ہو گئے اُس کو احبا دیکھ کر مُنہ میں بھرا آتا ہی بانی جام وینا دیکھ کر کچھ نہ بن آئی مگر پوچش ثنا دیکھ کر</p>	<p>شہ قفقہ آیا ہوں میں کس کا تماشا دیکھ کر شوقِ خواہاں اڑ گیا عوروں کا جلوہ دیکھ کر ہو وہ آتش جلوہ اشک افشاں ہمارا شور سے خیر جو گزری سو گزری پر یہی اچھا ہوا سائلِ مہر م کی پھبتی مجھ پہ فرمانے لگے ہر وہاں سستی طلب میں جا رہا ہوں بھاری نہیں ہیں تو دو نو سخت لیکن کونسا ہی سخت تر گاؤں بھی ہو غنیمت ہی کہ آبادی تو ہی اب گسے لاؤں گواہی کے لیے روزِ جزا میں کہیں تو یہ میں جس آپ لیکن کیا کروں التماسِ صل پر بگڑی تھی بیدِ صبح رات کو</p>

<p>دوستی کرتے ہیں اربابِ غرض ہر اک سے نے لفظ مجھ کو سنا دے جو دیکھو گے ستم پھر کہو گے اُس کو دل فرماؤ اے اربابِ دل یار پہلو میں نہیں مے جام و مینا میں نہیں</p>	<p>میر عاشق ہیں عہدِ اب ربط اُس کا دیکھ کر آ عاشق تو ہوئے ہیں شوق میرا دیکھ کر جو نہو نہتیا یہ مضطر وے زیبا دیکھ کر تم ہوئے حیران مجھ کو ناشکیبا دیکھ کر</p>
<p>ناگمان بادِ موافق شیفتمہ چلنے لگی چان پر کل بن رہی تھی شور و ریادیکھ کر</p>	
<p>عش آگیا مجھے ابھیں ہشیار دیکھ کر کھانا ہی جوشِ خوں تری تلوار دیکھ کر سہجائیں آپ وہ مجھے ناچار دیکھ کر عش ہو گیا میں کعبہ کی استار دیکھ کر عاشق کا اُس کو مائل آزار دیکھ کر روتا ہوں دام و مرغ گرفتار دیکھ کر صورت کسی کی میں سرور یار دیکھ کر عاشق ہوئے ہیں ہم تجھے پرکار دیکھ کر ربطا ہی سول شوق خزاں دیکھ کر</p>	<p>تھا قصد بوسہ نشہ میں شرور دیکھ کر کچھ بیمِ قتل سے نہیں آنکھوں میں اشکِ سرخ جاتے ہیں اور منع کی طاقت نہیں مگر پردہ کسی کا یاد نہ ہے پردگی ہو یاد سرخیلِ عشقاں مجھے کہتے ہیں بواہوس آتی ہیں یادِ کامل و دل کی حکایتیں کیا بن گیا ہوں صورتِ دیوار دیکھنا رحم ایسی سادگی پہ تھم کر ضرور ہے کم رغبتی سے لیتے ہیں دل ہوشیار ہیں</p>

<p>کتنا تھا وقت برگ کے برگ سے شقیقتہ دینا کیکو دل تو فادار دیکھو</p>	
<p>یوں پاس بوالہوس ہیں چشم غضب کے دور دیوانہ میں نہیں کہ اتالیبی لب پہ آئے مجھ کو سنا کے کہتے ہیں ہمد سے یاد ہی بولطف میں بھی پاس پھٹکنے نہ دے کبھی کیونکر میں انجن میں تھا سی شریک ہوں ہم سے اُسے معاملہ تھا جان جسم کا تو بھی جو میرے پاس نہ آئے تو کیا کروں میں غیر بوالہوس نہیں ڈرتے ہو کس لیے بوس و کنار کی نہ کرونگا ہوس کبھی</p>	<p>یہ بات ہی بڑی دل عاشق طلبے دور بایت غلاف وضع ہیں اہل ادب کے دور اک آدمی کو پاہتے تھے ہم بھی اب کے دور رکھو آئی ایسے کے مجھ کو غضب کے دور ارباب رنج رہتے ہیں اہل طرب کے دور ہرگز مانہ گاہ ہوا ہے جب کے دور تیرے ہی پاس سے تو میں تباہوں کے دور مجھ سے نہ رکھو بوسہ میں تم لب کو لب کے دور یہ خواہشیں ہیں عاشق حشرت طلب کے دور</p>
<p>آواز عمر ہی میں ہی ہکو خیال ج بلی جو شقیقتہ ہی دیار عرب کے دور</p>	
<p>ہم بے نشان اور دفا کا نشان ہنوز بیت الحزن میں نغمہ شادی بلند ہے</p>	<p>ہی خاک تن ہوا ہوا خوں فشاں ہنوز نکلا ہی باب مصر سے ہی کارواں ہنوز</p>

پردیں ہنوز پہلے گروہ کشتار ہنوز
 ہم پر بھی بار خوب نہیں مہرباں ہنوز
 اُس زلف پہنچ پہنچ میں اُلجھی ہو جاں ہنوز
 افسوسِ مدرسہ میں ہو بالکل نہاں ہنوز
 ہیوجہ وہاں نہیں ہو سرِ امتحان ہنوز
 دیکھا نہیں کسی نے گلِ بخشراں ہنوز
 لایا نہ دوستوں کے لیے ارمغان ہنوز
 مہ ہوش نہیں ملا نگہ آسمان ہنوز
 نا آشنا ہی لبتے ہماری فغاں ہنوز
 ہیں صحبتِ شبانہ کی ظاہرِ نشان ہنوز
 ہو خاک پر ہمارے وہ دامنِ نشان ہنوز
 لیکن ملانہ منصبِ پیرِ مغاں ہنوز
 کچھ رہ گئے ہیں خوارِ خوشِ اشیاں ہنوز

صبحِ شب وصالِ نئی صبح ہے مگر
 ہرگز ابھی شکایتِ دشمن نہ چاہیے
 کیونکہ کہیں کہیں گئے ہم بندِ جسم سے
 جو بات میکہ میں ہو ایک ایک زبان پر
 ضبطِ تشکیب یہاں ہو نقابِ چالِ شوق
 مدت ہوئی بہارِ جہاں دیکھتے ہوئے
 اکثر مہا ہے مجھ کو سفرِ دروِطن مگر
 اک شب ہوا تھا جلوہ نما چرخِ پروہ ماہ
 نا آشنا بیت ہے آشنا ابھی
 آشفقتِ زلفِ پاکِ قبا نیمبازِ حشمت
 اسے سوچتے حسینِ فرسا اور شہرِ جا
 بیخانہ میں تمامِ جدائی بسر ہوئی
 اسے تا چہا یرتِ تھوڑی ہی تکلیف اور کئی

آہا ہوں میں، وہیں سے ذرا شیرِ پیفتہ

سوئے کے قہر میں ابھی نہیں پاساں ہنوز

<p>ہند کی وہ زمیں ہے عشرت خیز بعد کرتے ہیں پی کے سے صوفی رند کیا یاں تو شاہد و مر سے سخت مشکل ہے ایسی عشرت میں ہے غریبوں کو جبر است فرہاد عیش نے یہاں بٹھا دیا ناقہ کوئی یہاں غم کو جانتا بھی نہیں باد صربہاں نسیم چمن بوستاں کی طرح یہاں صحر کوئی پامال جو چرخ نہیں اثر زہرہ اس میں یہاں پایا</p>	<p>✓ کہ نہ زاہد جہاں کہیں پرہیز مست سوتے ہیں صبح تک شب خیز پار سا کو نہیں گزیر و گریز خطر عشرت و ہیم رستا خیز ہے فقروں کو عشرت پرویز علم نے کی یہاں سے رخس کو مہینہ جہنم عشق سو ہے عیش آمیز نابرہ عصر سے آتش گل تیز دل کشا دلپذیر دل آویز کتنی ہے یہ زمین راحت خیز وہ جو مرتخ ہے بڑا خونریز</p>
--	---

شیقتہ تمام لو عنانِ قلم

یہ زمیں گر چہ ہے ہو س انگیز

ہی قیبر گ کیا اب بھی نہیں آنے کے پاس
 ہم بھی مکر رہے مجلس میں آنے کے پاس

دور رہنا ہم سے کب تک اور بیگنے کے پاس
 جلوہ آ رہا بسکہ تھا وہ شمع سیارات کو

آفریں طغیانِ وحشتِ مرجا جوشِ جنوں غیر سے کہو امیں یا پوس سبھو امیں گے ہم	وہ یہ کہتے ہیں کہ کیونکر جائیں دینے کے پار دیکھ لیں گے پھر کہ تم کیونکر نہیں آئے کے پاس
---	--

سینے سے قصہ مجنوں سنایا رات کو
آگیا میرا اُنھیں سنتے ہی افسانے کے پاس

اُٹھے نہ چھوڑے ہم آستانِ بادہ فروش کھلا جو پردہ رے حقایقِ اشیا منبرِ طینتی و کاہلی سے ہم نے کبھی یقین ہو کہ مژنا بھفت ہاتھ آئے قبح سے دل ہو مراد و رمی سے عشقِ مہن عجب نہیں کہ کسی روز وہ بھی آنکلیں مرد و مرد کے اسرارِ آپ آ کر دکھ شراب دیکھ کہ کس رنگ کی پلاتا ہے ترمی شیم نے گلزار کو کیا بر باد	طلسم ہوش رہا ہو دکانِ بادہ فروش کھلی حقیقتِ رازِ نہانِ بادہ فروش شباب میں بھی نہ دیکھی دکانِ بادہ فروش یہ جی میں ہو کہ نہیں ممانِ بادہ فروش میں وہ نہیں کہ نہ سمجھوں زبانِ بادہ فروش کہ ہو گزر گئے خلقِ آستانِ بادہ فروش نہ پوچھ مجھ سے کہ ہوں راندِ بادہ فروش جبر اس کے اور نہیں امتحانِ بادہ فروش ترسی نگاہ نے کھولی دکانِ بادہ فروش
--	--

عبث ہو چھوٹے ہر اک سے پوچھتے پھرنا
ملیگا بادہ کشوں سے نشانِ بادہ فروش

<p>یہ ہمارا ہے ثمرہٴ اخلاص باد کے ساتھ خاک ہو رفاص نفس کو قتل کر نہیں ہو قفاص ہے مرناب اور جام رفاص ماسر بتم مدامتہ الاخلاص نہ ہر و تریاق کا جُدا ہی خواص عام اس دور میں ہو بادۂ خاص بلبلیں کو نہیں ہوا ہے خلاص</p>	<p>اُن کو دشمن سے ہو محبت خاص وجد میں لائے اہل درد ہمیں دل کے ٹکڑے اڑا نہیں ہے گناہ سن باطن نہ بونی کطاہر کیا مزامت سے آشنائی کا ہجر نہر اور وصل ہے تریاق قسمت اُس کی خبر نہ ہو جس کو دام سے تیرے موسم گل میں</p>
<p>بیشیقتہ نے ہمارے داد نہ دی سچ ہے القاص لایحسب القاص</p>	<p>۳۵</p>
<p>غچہ کو جیسے موجہٴ بادِ سحر سے فیض پاتے ہیں لوگ خدمتِ اہل نظر سے فیض دل سے جگر کو فیض ہی دلوں سے جگر سے فیض یک ذرہ آب و آتش لعل و گریں فیض پایا ہی ہم نے صاعقہ کا ابر تر سے فیض</p>	<p>ہو دلوں پر سے دم عجا از اثر سے فیض عثمان سے نگاہ نہ رکھو در بنگ تم ہو عالم کبیر میں بھی یوں ہی جس طرح آزدہ جفا سے دی و تیر کو نہیں اپنے نہاد میں نہیں احساں فراموشی</p>

بند کسب کر کہ عشرت خسرو نصیب ہو لگتے ہیں اُس کے سینہ دہر سے درام ہم اربابِ مآلقاہ ہیں محتاجِ اغنیا بلبل ہمارے گھر وہ خود آتے ہیں رحم سے	فرہاد کو کُناہی ہوا جو ہنر سے فیض ہوتا ہی ہیکو روزِ مہر سے فیض کافی ہی ہیکو پیرِ میناں سیرِ در سے فیض افروں ہی نے پری میں بان لے سے فیض
--	--

ختم نہاد میکش و زاہد شکفتہ دل
بے شیفۃ ہر ایک کو وقتِ سحر سے فیض

لانم ہے یو فائے اہل وفا سے ربط یہ ناخن و غمناش میں بگڑی کہ کیا کہوں ناصح مری طامتِ بیجا سے فائدہ اُس مردِ مہر کو ہوا اثر پر جو ہو سکے یکے گراں سے شکوہِ انجامِ کارِ عشق وژوں میں تنگ ہو گئے جو پہرے کیا تیکھے بدگمانیِ ابرو کا دھیان ہے تیرے ستم سے ہی یہ دعا لبِ پیرِ دمیدم صبحِ شبِ فراق کا کیا لطف مرگ سے	کیسا ہی دیکھ عکسِ اکو ادا سے ربط اک دم ہوا جو عقدہ بندِ قبائے ربط بے اختیار دلو ہو اُس لڑبا سے ربط کام و دہاں کو بیکِ شعلہ نہا سے ربط کتے ہیں جھکوتِ تم سے نہ تھا ابتدا سے ربط اس صلیہ پہ کیتے تھے اُسکی جھٹ سے ربط کرتے و گرنہ ہجر میں تیغِ قضا سے ربط یارِ بے نہ کسی کو کسی پہ وفا سے ربط کیا دیر میں ہوا ہمیں شِوہِ آشنا سے ربط
--	--

فزا د نزع کان نکا اُس کے نہ جل سکے تھا شیفٹہ ہمیں نفس نارسا سے ربط	57
---	----

تس نفوں کی نہیں میرے دل میں جاو اعظ کسی صنم نے مگر آپ کو جلا یا ہے تھارے حسن ہاں سوڑتیں جلتا ہوں لاکے دکھیں کہ ہی خوب کن دونوں میں تس نفوں اثر رینے سے سا ترسی	صنم پرست نہ ہو بندہ ریا و اعظ ہیں تو حور و نکی کیوں اس قدر ثنا و اعظ کہ ہیں قیب مر کے شیخ و پار سا و اعظ ہم اُس کو لاتے ہیں تو حور کو بلا و اعظ فغان سے اثر و آہ نارسا و اعظ
--	--

کمی تھی حالت رندی میں اُس کو کیا بارو کوئی یہ پوچھے کہ کیوں شیفٹہ بنا و اعظ	
--	--

روز شید کو اگر چہ نہ پہنچی ضیا کے شمع اس تیرہ روز گار میں مجھسا جگر گداز روز فراق میں ہی قیامت جمال گل پڑنے کیا بخل ہوے دیکھا جو صبح کو اُس شک شمع و گل کی ہی کچھ آفتاب اور دینی ہر اور گر محی پروانہ داغ رشک	پروانہ کو پسند نہیں پر سوائے شمع شعل جلا کے ڈھونڈھے اگر تو نہ پائے شمع شب ہا بھر میں ہی مصیبت لقا کے شمع تخاشب کو اُسکی بزم میں خورشید جلائے شمع دیکھے ہیں جلوہ ہائے گل شعلہ ہائے شمع شب ہائے بھر میں کوئی کیونکر جلائے شمع
--	--

<p>کیا حاجت آفتاب کے گھر میں چراغ کی اُس محل بے بہا سے کہاں تاب ہمیری خورشید جس کے جلوہ سے ہو شمع صبح دم اس تیرہ شب میں جانیں گے کیونکر دے گھر آتے ہیں وہ جو گوہر میری تو بہرِ زیب گل پر لگا کے آپ سے پہنچیں گے بے طلب</p>	<p>ہی حکم شب کو بزم میں کوئی نہ لائے شمع روشن ہی سب قیمتِ گل اور بہا کے شمع کیا ٹھہرے اُس کے سامنے نور و ضیاء کے شمع میرا رقیب وہ ہی جو آنکھ دکھائے شمع کوئی نہ لائے پھول نہ کوئی منگائے شمع آئیگی اپنے پاؤں سے کہاں بن بلائے شمع</p>
--	---

ڈر ہی اٹھانہ دے کہیں وہ بزمِ عیش سے
کیا تاب ہی کہ شیفٹہ آنسو بہائے شمع

<p>کیا غیر تھا کہ شب کو نہ تھا جلوہ گر چراغ کیا لطف آہ صبح شبِ ہجر مہر و شش پر روانہ گرنے جانے تو بیجا ہے لاف عشق حدِ باک کے طریقہ پر روانہ اختیار پروانہ ہو گیا ہے رقیبِ کتاں کہ ہی گستاخیوں کی تاب کسی اُس کی بزم میں ہر شمعِ اینجن و وہ بہ آتشیں عذار</p>	<p>رہتا ہی ورنہ گھر میں نرے تا سحر چراغ کیا فائدہ جو بجھے روشن سحر چراغ روشن ہی پیرِ نالوس سے افلاک پر چراغ اُس تابِ رخ سے بجھے روشن اگر چراغ اُس مہر و شش کے جلوے کے آگے قرچہ چراغ بیباکی نسیم سے ہرگز نہ ڈر چراغ گلی کے جلن کے آج تو دشمن کے گھر چراغ</p>
--	---

<p>کرتا ہوں فکر شعر جو میں شب کو شیفۃ رہتا ہے خواب گیم میں رستا بھر چراغ</p>	
<p>وہاں ہوا پروہ اٹھانا موقوف غیر کو رشک سے کیا آگ لگی ذکر شیریں کی اگر بندی ہے اب کس امید پہ وہاں جائے کوئی ہم آہوسے وہ ہم یاد آیا</p>	<p>یہاں ہوا راز چھپا نا موقوف کہ ہوا میرا جلا نا موقوف کوہکن کا بھی فنا نا موقوف کہ ہوا غیر کا آنا موقوف دشت و صحرا میں بھی جانا موقوف</p>
<p>بد و مانع آج ہوا وہ گل رو شیفۃ عطر لگانا موقوف</p>	
<p>باندی وشت میں ہیں نہ بخیر کے مشتاق پر ہم نہیں جرم و فاقابل بخشش رہتے تھے ہم جن سے مثال ورق و حن لکھتا ہوں جو میں آرزوئے قتل میں لے کیون قتل میں مشتاق کے اتنا ہے غافل لے آہ فرا شرم کہ وہ کہتے ہیں اکثر</p>	<p>دیوانے ہیں جس لطف گرہ گیر کے مشتاق محروم ہیں کس واسطے تعذیر کے مشتاق اب انکی رہا کرتے ہیں تجر کے مشتاق ہیں میرے کہوتہ بھی زے تیر کے مشتاق مجاں میں گئے ظالم و شمشیر کے مشتاق مدد سے ہیں ہم آہ کی تاثیر کے مشتاق</p>

سہا ب تھا دل چلکے سوا ب خاک ہلو ہر کیا ہجر کے دن آنے میں ہی غرضیں تو	لیجائیں مری خاک کو اکیر کے مشتاق ہم ہیں ملک الموت کی تقیر کے مشتاق
---	---

دل سر دہوا سن کے ترے نالہ موزوں
تھے شیعہ ہم محسن تاثیر کے مشتاق

رہ جائے کیوں ہجر ہن حال کے لب تلک کتے ہیں بیوفان مجھے میں نے جو یہ کہا تکلیں جن سے کہ نہ بیتاب ہو سکا آجے کاش موت ہی تکلیں نہ ہو نہ ہو وہ چشم التفات کہاں اب جو اس طرف ایسے کریم ہم ہیں کہ دیتے ہیں بے طلب بایں لطف سے نہ کرے دشمنی شمار یہاں بجز نے ریا ہو نہ وہاں ناز و لطف	ہم آرزو سے بوسہ پہ پیغام اب تلک مرے رہیں گے آپ پہ جیتے ہیں جب تلک خلوت میں بھی کوئی قلوب پہ ادب تلک ہرقت بیقرار رہے کوئی کب تلک دیکھیں کہ ہی درین نگاہ غضب تلک پہنچاؤ یہ پیام اجل حال طلب تلک اسیڈ اٹھاتے ہیں ہم جو اب تلک شکرِ بجا رہا گلہ سے سب تلک
--	--

ایسی ہی بیقرار ہی رہی منہل اگر
ایسے شیعہ ہم آج نہیں تھے شب تلک

طالع خفہ دشمن نہ جگنا شب وصل	۶۲	دیکھ اسے مرغِ سحر غل نہ چنانا شب وصل
------------------------------	----	--------------------------------------

<p>اُن کو منظور نہیں نیند کا آنا شبِ وصل بھر پوانے کا مجھ پر نہ پڑے ڈرتا ہوں خواہش کام دل اتنی نہ کراؤ شبِ وقت کہ وہ آپ منت سے بلانے مجھے کیونکر آویں شان میں صحبتِ ناکس سے نعل آتا ہی پیر کی محنت یہ سے مری لیجا کہ ضرور</p>	<p>اس لیے کہتے ہیں غیروں کا فنا ناشبِ وصل ماہر و شمع کو ہرگز نہ جلانا شبِ وصل ٹوٹھوٹھتے ہیں چلے جانے کو ہانا شبِ وصل غیر کے گھر میں ہی تیرا تو ٹھکا ناشبِ وصل صبحِ ہجراں کو بس اب سنہ نہ لگانا شبِ وصل جلوہ اُس مہر لقا کا ہر چھپا ناشبِ وصل</p>
--	---

<p>روزِ ہجراں میں اٹھے جاتے ہو کیوں دنیا شہقتہ او بھی تم لطف اٹھانا شبِ وصل</p>	
--	--

<p>اچھا پوچھو کہ ہی عجب تیزی خیال عہد وفا کیا بے نباہیں گے شکِ عہد کیا کچھ وہاں سے منزل مقصود پاس ہو ناز و غرور ٹھیک ہی جو روحِ وفاداریت ساتی پلا وہ بادہ کہ غفلت ہو آگہی ہم لکے عشقِ دالوں کی تقلید کیوں کریں اہلِ طوطی کی بھی روش یہ ہے ہو الگ</p>	<p>۶۱۳ مثل زبانِ نطقِ قلم کی زبانِ حال وعدہ کیا ہو آئیں گے یہ جہاں احتمال یا ایھا الذین سکنتم علی الجبال کس کے ہوا نصیب یہ سن اور یہ مجال مطربِ سناوہ نعمہ کہ ہو جس سے قال حال او خورده گیر سخنِ رجال و ہم رجال بقنا زیادہ شنل زیادہ فراغِ بال</p>
--	---

<p>جن کو معانی متعدد پر اشتمال ما والثلثین و انتن فی الحبال ہے نسخہ معارف و مجموعہ کمال ہاں ذکر غدو غال اگر ہی تو خال خال غالباً کچھ تو ہو ہی میری تسکیں کا خیال بسکہ ہی پس مردست نگاریں کا خیال تو بھی کیونکر نہ رکھوں ساعہ سبیں کا خیال اہل ماتم کو نہیں بزم کی تزیین کا خیال مرنے دم تھا مجھے اُس پنچہ رنگیں کا خیال دل فرما دے کیونکر مٹے شیریں کا خیال</p>	<p>ہنگام عمد کام میں لائے وہ ایسے لفظ ما والثلثین و انتن فی البیوت یہ بات تو غلط ہے کہ دیوان شیعہ لیکن مبالغہ تو ہی البتہ اس میں کم یہاں کے آنے میں نہیں انکو تکمیل کا خیال کف افسوس سے بھی پڑے ہاتھ میں نقش گو مجھے عاشقِ مفلس وہ کہیں طعنے سے تقریباً کو مری وہ آئے تو کیا ذلت ہی کیوں نہ دوست مرثہ مانتیوں کا رنگیں سخنِ عشق ہی ہتھ کی لکیر اے پرویز</p>
	<p>کیا سلمان ہیں ہم شفیقہ سبحان اللہ دل سے جاتا نہیں دھڑبٹ بیدیں کا خیال</p>
<p>بگڑی ہی تیرے دوش میں ایسی ہوائے گل جنت میں لچلی مری جاں کو ہوئے گل اس واسطے مزار پہ میرے چڑھائے گل</p>	<p>بلبل کو بھی نہیں ہی دماغِ صدا کے گل ہنگامِ غم جو غیر کو اُس نے سنگھائے گل ایجا ہی بعد مرگ بھی ہم بیو فار ہے</p>

پھرتی ہیں ساتھ ساتھ مر جبت کھائے گل
 کائے مرے مزار پہ رکھنا بجائے گل
 روزِ جزا بھی سینہ پہ میر جو پاسے گل
 نکلیں گے شعلے خاک چمن سے بجائے گل
 لوگوں کو دیکھ کر جو عدو نے چھپائے گل
 کیونکر نہ عندلیب کرے جان اے گل
 ہیں چاکرے کے کان کے مثل قباے گل
 بستر پہ میر کاٹوں کہہ بے بچائے گل
 اے بلبلو تمہیں کو مبارک اداے گل
 کرتا ہی کون چاک گریباں سولائے گل
 اب کون شمع گور پر اور کون لائے گل
 پھولوں کے دن مر کر فغانے منگائے گل

مرنے ہیں گل کے نام ہی پر بلبلیں کہ اب
 کھٹکوں عدو کی آنکھ میں تابعدار بھی
 کس طرح سے کھوئے گئے بغیر کیا کہوں
 جلتی ہو تیسے حسن بہاں سوز سے بہار
 آخر دورنگی اُس گل رعنا پہ کھل گئی
 عاشق سے پہلے راہ محبت میں جان دی
 خاموش عندلیب کہ طاقت نہیں رہی
 شاید کھلنے لائے گا اُسکو کہ غیر نے
 جس گل میں ہوا وہ چمن ہیں بھلا کہاں
 میرا انھیں کو غم ہو کہ بلبل کی آہ پر
 جنت میں پہنچیں بلبلیں پر وائے جل گئے
 اک گل کا شوق تھا سبب اپنی وفات کا

لکھی یہ ہم نے وہ غزل تانہ شیعہ
 ہر شعر جس میں دلغ وہ دستہ ہائے گل

مرنے اسی طرح بھی جاتی ہے باہم

۹۵

کہ ہم سے خفا وہ ہیں گئے اُس سے خفا ہم

<p>کرتے ہیں غلط یار سے اظہار وفا ہم کچھ نشہ موت سے نہیں کم نشہ بخوت موجود ہے جولاؤ جو مطلوب ہی وہ لو نے طبع پریشاں تھی نہ خاطر متفرق کیا کرتے ہیں کیا سنتے ہیں کیا دیکھتے ہیں ہائے</p>	<p>ثابت جو ہو عشق کجا یار کجا ہم تقویٰ میں بھی صبا کا اٹھاتے ہیں مزا ہم مشتاق و فاقم ہو طلبگار حیف ہا ہم وہ دن بھی عجب تھے کہ ہم اور آپ تھے باہم اس شوخ کے جب لتے ہیں بند قبا ہم</p>
--	--

یہ طرزِ ترنم کہیں نہ نہار نہ ڈھونڈھو
 اے شفیقتہ یا مرغِ چمن کہتے ہیں یا ہم

<p>مر گئے ہیں جو ہجر یار میں ہم تادل کینہ ورمیں پائیں جگہ آمد آمد میں اسقدر شور و شش وہ تو سو بار اختیار میں آئے کب ہوئے خار راہ غیر بھلا کوئے دشمن میں ہو گئے پامال نفس پر تو خدا کے واسطے آ</p>	<p>سخت بیتاب ہیں مزار میں ہم خاک ہو کر ملے غبار میں ہم دیکھئے کیا کریں بہار میں ہم پر نہیں اپنے اختیار میں ہم کیوں کھٹکتے ہیں حشیم یار میں ہم آمد و رفت بار بار میں ہم مر گئے تیرے انتظار میں ہم</p>
---	--

گر نہیں شفیقتہ خیالِ فراق

کیوں تر پتے ہیں وصل یار میں ہم	
<p>مطبوع یار کو ہی جفا اور جفا کو ہم وِشنام بھی سُننے نہ تمھاری زبان سے افغان چرخ رس کی لپٹ نے بھلا دیا لاتا ہی ظن نیم تبسم سے جوش میں درماں مریض غم کا ترے کچھ نہ ہو سکا پھر کہوں نہ دیکھنے سے عدد کے منفعل ہیں جاں بلب کسی کے اشارے کی دیر ہی</p>	<p>کتنی ہی بد عدد کو وفا اور وفا کو ہم ہی کو سستی اثر کو دعا اور دعا کو ہم نامہ کو ڈھونڈھتی ہی صبا اور صبا کو ہم دل کو قلق قلق کو بکا اور بکا کو ہم چھڑے ہی چارہ گر کو دوا اور دوا کو ہم پھر اُس کو دیو کہتی ہے حیا اور حیا کو ہم دیکھے ہر اُس نگہ کو قضا اور قضا کو ہم</p>
<p>ہی آرزو کے شربت مرگ اب تو سقیمتہ لگتی ہی زہر ہکھو شفا اور شفا کو ہم</p>	
<p>نچکے ہیں اس قدر جوا دہر کی ہوا سے ہم افشائے راز عشق میں ضرب النشل ہے وہ چلتے ہیں میکہ کو کہاں یہ عزیز وہاں اسے جوش رشک قرب عدد اب تو سب اٹھا ہی جاہلہ پارہ پارہ دل و سینہ چاک چاک</p>	<p>واقف میں شیوہ دل شورش او اسے ہم کیونکہ غبارِ دلین نہ رکھیں صبا سے ہم نخست تو ہولیں کبر و فناء وریا سے ہم بیٹھے ہیں دیکھ نیم میں کس التجا سے ہم دیوانہ ہو گئے گل جیبِ قبا سے ہم</p>

<p>کیا جانتے تھے صبح وہ محشر قد آئیگا ہر بات پر نگاہ ہماری ہو اصل پر برگاہ حب سے یار ہو اپنی رقیب سے بلبل یہ کہہ رہی ہو ہر شہسوار پر کم التفات ہم سے سمجھتے ہیں اہل بزم</p>	<p>شام شب فراق نہ مرتے بلا سے ہم لیتے ہیں شکستہ خم کو زلفت و دلا سے ہم امید قطع کر چکے ہر آشنا سے ہم ہدست ہو رہے ہیں حین کی ہوا سے ہم شرمندہ ہو گئے تری شرم و حیا سے ہم</p>
---	---

ہاں شیفۃ پھر اس میں نصحت ہی کہیں
سننے نہیں حرف تلخ کو سمجھ سکتے ہم

<p>کم فہم ہیں تو کم ہیں پریشانیوں میں ہم شہاد رقیب ڈوب مر رہیں بحر شرم میں محتاج فیض نامیہ کیوں ہوئے اس قدر پہنچائی ہم نے مشق یہاں تک کہ ہو گئے غیر و اس کے ساتھ آپ بھی اٹھتے ہیں ہم سے جن جن کے نور مر سے گزرا وہ جی اٹھے گستاخیوں سے بغیر کی انکو ملال ہے دیکھا جو زلف یار کو تسکین ہو گئی</p>	<p>دانا پہل سے اچھے ہیں نادانیوں میں ہم ڈوبیں گے صبح اشک کی طغیانوں میں ہم کرتے جو سوچ کچھ جگر افشانیوں میں ہم استاد و عہد لپیٹ نہ اخواہیوں میں ہم لو میزبان بن گئے مہمانوں میں ہم باقی رہے ہیں ایک سے فانیوں میں ہم مشہور ہوتے کاش ادب اپنیوں میں ہم یکس چند مضطرب رہتے پریشانیوں میں ہم</p>
--	---

<p>ہوتے نہ اس قدر جو نگہبانیوں میں ہم وہ چیز ڈھونڈتے ہیں تر آسایوں میں ہم</p>	<p>آنکھوں سے یوں اشارہ دشمن نہ دیکھتے جو جان کھو کے پائیں تو فوز عظیم ہے</p>
<p>پیرِ مہال کے فیض توجہ سے شیفقتہ اکثر شراب پیتے ہیں روحانیوں میں ہم</p>	
<p>فرش ہی محل و خواب ترے کو چے میں اشک ہی گوہر نایاب ترے کو چے میں شجر سوختہ شا داب ترے کو چے میں کیا لٹھ ہائی ہی تو ناب ترے کو چے میں بسکہ ہم روتے ہیں خون تاترے کو چے میں پھرتے ہیں صورتِ دولا ترے کو چے میں چہن سے کرتے ہیں ہم خواب ترے کو چے میں تیرے خسار کی ہی تاب ترے کو چے میں</p>	<p>کیوں اڑ جائے مرا خواب ترے کو چے میں دولت جس یہاں تک تو لٹائی ظالم جو شمشیر گریہ عثمان سے اگدم میں ہوا ہوش کا پانونج یہاں آکے پھسل جاتا ہے ہر کتب کا عدد و پاسے تری رنگیں تر گوشہ گیری سے بھی گردش نہ گئی طالع کی غیر نے سنگ جو پھینکے وہ ہو بالمش سر وہ بھی محروم نہیں جن کو نہیں ہنرمیں بار</p>
<p>جلد یا شیفقتہ سو دین غائبانہ کہاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں اجابت سے کو چے میں</p>	<p>جلد یا شیفقتہ سو دین غائبانہ کہاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں اجابت سے کو چے میں</p>
<p>کچھ آگ بھری ہوئی ہی نے میں</p>	<p>کچھ درد ہی مظلوموں کی لئے میں</p>

کچھ زہر ملا ہوا ہے سے میں ہی یار کی بوہر ایک شے میں فرور دیں میں اور فصل ہے میں اصر ہے جام پے بر پے میں بزم جسم و بارگاہ کے میں گذرا ہے حسین ایک سچے میں گذرا ہے کریم ایک طے میں	کچھ زہر اگل رہی ہے بلبل بدست جہان ہو رہا ہے ہیں ایک ہی گل کی سب بہاریں ہے مستی نیم خام کا ڈر مینخانہ نشیں قدم نہ رکھیں اب تک زندہ ہی نام و ماں کا ہوتی نہیں طے حکایت طے
--	---

کچھ شہقت یہ نزل ہے آفت
کچھ درد ہے مطربوں کی لئے

ایک ہنگامہ ہی یار ترے کوچے میں خاک ہو روغن گذار ترے کوچے میں گرم ہی موت کا بازار ترے کوچے میں اپنے حالی سے اشعار ترے کوچے میں نہ ہوا ہم پہ جز آزار ترے کوچے میں لے گیا شوق غلط کار ترے کوچے میں	رہنمون تھے ہیں دوچار ترے کوچے میں فرش رہیں نال انگار ترے کوچے میں مہر فروش آتے ہیں بے بار ترے کوچے میں شعر ہیں اب نہ کہو نکاح کوئی پڑھتا تھا نہ ملا ہم کو بھی تیری گلی میں آرام ملک الموت کے گھر کا تھا ارادہ اپنا
--	---

<p>ہم ہیں درحسرت دیدار ترے کوچے میں خلد میں رنج تن آزار ترے کوچے میں یرے کوچے میں تم گار ترے کوچے میں</p>	<p>تو ہے اور غیر کے گھر جلوہ طرازی کی ہوں ہم بھی وارستہ مزاجی کے ہیں اپنی قائل کیا تجاہل سے یہ کہتا ہی کہاں رہتے ہو</p>
<p>شہدۂ ایک نہ آیا تو نہ آیا کیا ہے روز آ رہتے ہیں دو چار ترے کوچے میں</p>	
<p>تم سے وفا کروں کہ عدو سے وفا کروں جی چاہتا ہوں جائزہ گل کو قبا کروں ہاں زائد و مختارے لیے کیا دعا کروں دل ناز کاوش نگہ سرمہ سا کروں گر ایک میں صواب کروں سو خطا کروں کیا شرح حالت دل در و آشنا کروں جب کاہ ہو کے میں اثر کمر با کروں بس اسے طبیبِ حم کہ دلی دوا کروں اصل سرورِ دایم خیانت کو کیا کروں یا کیسے میں بھی نالہ شورش فزا کروں</p>	<p>شکوہ جفا کا کہتے تو کہتے ہیں کیا کروں گلشن میں چلکے بند قبا ترے داکروں آتا ہوں پیر ویر کی خدمت سے مست میں جوشِ فغاں داع کہ منظور ہے انہیں نفرینِ بیشمار ہے اس عہد و سہو پر مطربِ بدیعِ نعمہ و ساقیِ پریِ جال تم دلہ باہو دکو اگر لے گئے تو کیا اسے چارہ سازِ لطف کہ تو چارہ گر نہیں پیتا ہوں میں مدامِ مخی نابِ معرفت یا اپنے جوشِ عشوہ پیہم کو تنہا سے</p>

میں جل گیا وہ غیر کے گھر جو چلے گئے	شعلے سے استعارہ آواز پا کر دوں
-------------------------------------	--------------------------------

دُرب ہے کہ ہو نہ شوقِ مزا میرِ شیفقتہ
ورنہ کبھی سماعِ مجرّد سنا کر دوں

مانا سحر کو یا رُسے یہاں جلوہ گر کریں تزیینِ میری گور کی لازم ہی خوب سی اب ایک اشک ہی دُنیا باب وہ کہاں وہ دوست ہیں انھیں ہوا اثر ہو گیا تو کیا آئے تو آنکو رنج نہ آئے تو مجھ کو رنج ہو جی میں سو نگہیں نگہ گل جا کے باغ میں	طاقت بھی کہاں کہ شبِ غم سحر کریں تقریبِ سیر ہی سے وہ شاید گذر کریں تارِ نظر جو گریہ سے سلک گم کریں نالے ہیں وہ جو غیر کے دلیس اثر کریں مرنے کی میری کاش نہ آنکو جزر کریں بس کب تک التجائے نسیم سحر کریں
---	--

اب کی ارادہ ملکِ عدم کا ہی شیفقتہ
گھر لگئے کہ ایک جاگ کیا بسر کریں

شبِ میل کی بھی چین سے کیونکر بسر کریں محفل میں اک نگاہ اگر وہ ادھر کریں طوفانِ فوج لانے سے ای چشمِ فائدہ آزاد ہو جس سے خلق ہوا ہی یہ نامراد	جب یوں نگاہ بانیِ مرغِ سحر کریں سو سوا اشارے غیر سے پھرات بھر کریں دوا شک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں دل پر نگاہ کیا ہے وہ مجھ پر نظر کریں
--	--

<p>کچھ انکی ہم سے بولے تو یہ جی ہیں ہو کہ پھر یہاں ہو وہ نہ جس سے کہ عوروں کے ہوش میں ہیں</p>	<p>ناصح کو بھی رقیب سے آرزو نہ کر کہیں یہاں ہو وہ نالہ جس سے فرشتے خد کر کہیں</p>
<p>اہل زمانہ دیکھتے ہیں عیب ہی کو پس کیا فائدہ جو شیفتہ عرض نہ کر کہیں</p>	<p>✓</p>
<p>کب پارہ پارہ پیرہن پارہ جو نہیں موج بہار مدعی رنگ و بو نہیں یہاں ضعف سے فطاع و دل آرزو نہیں یہ کیا ہوا کہ آئینہ اب رو بہ رو نہیں یعنی نقاب رخ پہ کبھو ہی کبھو نہیں انکے ہیں اختلاط کی بندے کی خو نہیں جو نیم کشت خنجر رشک عدو نہیں سامان عیش سب ہی پرافسون تو نہیں</p>	<p>لب ہاتھ کو خیال چڑائے رفو نہیں گلشت باغ کس حین آرنے کی کہ آج دال ہار ہو گیا ہی نزاکت سے ناز بھی کس نے غما و بادل حیات زدہ کا حال تیر رنگ اکہتی ہی وصلِ عدو کا حال لستاف لشکوہ کیا ہوں کہ انداز عرض پر کیا لڑدہ زخم کو گو ہو شہیدِ ناز ابر رشک و گلشن داغ و نسیم آہ</p>
<p>ہر غویوں سے یار کی کیا خوش ہوں شیفتہ ہر ایک کو جو حوصلہ آرزو نہیں</p>	<p>✓</p>
<p>اسے دل یقین جان کہ ہم ہیں تو تو نہیں</p>	<p>کچھ اور بیدلی کے سوا آرزو نہیں</p>

آنسو میں رنگ کیا ہو کہ دلیس ہو نہیں
 عطرِ ساک ملتے ہو وہ جسمیں ہو نہیں
 لے ہنشیں مگر وہ مرے روبرو نہیں
 دل گم ہوا ہی اور سر جستجو نہیں
 لڑتی ہیں کیوں اگر سرِ صلح عدو نہیں
 بدنامیوں سے نائے گذر اکیسو نہیں
 شورِ فغاں کو فکرِ خراشِ گل نہیں
 اے دل خیال طرہ تابیدہ مو نہیں
 اب ہائے چارہ گر کو خیالِ رفو نہیں
 کہتے ہیں وہ کہ لایقِ الطاف تو نہیں
 کیا آپکے نشانِ قدم کو بکو نہیں
 امیدِ زندگی کی کچھو ہے کچھو نہیں

بے اشک لالہ گوں بھی میں بے ابرو نہیں
 پھر بھی کہو گے چھپرنے کی اپنی خو نہیں
 یہ کیا کہا کہ کہتے ہو کیوں آپ ہی آپ تم
 نے طاقتی نے کام سے یہ کھو دیا کہ بس
 محفل میں لحظہ و چشمِ ستیزہ خو
 کیا جوشِ انتظار میں ہر سمت دوڑ ہے
 دی کس نے اشکِ سرمہ سے تینے مژدہ کو آب
 یہ سوچ و تاب میں شبِ غم نے حواسیاں
 دستِ جنوں نے جامہ ہستی قبا کیا
 شکریہ ستم بھی راس نہ آیا ہمیں کہ اب
 ہر چائی اپنے وحشی کو کس سے کہتے ہو
 نیرنگیوں نے تیری یہ حالت تغیر کی

کیا ہو سکے کسی سے علاج اپنا شیفٹہ

اُس کل بخش ہیں جسمیں محبت کی نہیں

کیا قیامت ہے کہ اب سروِ نثر رکھتے ہیں

ہم سے آزاد روش ہاتھ میں زور رکھتے ہیں

نکد میں وصل کی شب کی قفس چن سہم
 نہذبت کا قفل نہ ثنا کی خواہش
 دل ترا سنگ ہی پر آگ کہاں ہو سہیں
 آہ وزاری کی مصیبت سے بہت سہل چھٹے
 نہ ہمارا کوئی دشمن نہ ہمارا کوئی دوست
 بخودی ہلکے ہو اور آنکھوں کو آرائی ہو

فکر آزادی مرغان سحر رکھتے ہیں
 عیب کھتے ہیں ہم کچھ نہ ہنر رکھتے ہیں
 دل ہمارا ہی کہ شیشہ میں شہر رکھتے ہیں
 بذلہ و ہزل ترے دلیں اثر رکھتے ہیں
 وہ نظر اور ہی جو اہل نظر رکھتے ہیں
 نہ ہماری وہ نہ ہم انکی خبر رکھتے ہیں

شیشہ ہم سے ہو جس شخص کو ملنا لے
 صبح اس شہر سے ہم غم سفر رکھتے ہیں

گر مجھ ہی ہر فرق شہرت میں نہیں
 رات ساتی نے کہا جس کے یہ جلے ہیں
 ہلکے مقصد سے زیادہ ہی ادب میں کوشش
 زندہ فارغ بھی ہوئے جام سحر کا ہی سے
 فرصت نفس جو وہ ہی تو یہ ہی راحت روح
 اہل انش کے فوائد کی تو کیا بات مگر
 جام ہو دے کہ وہاں کام پڑا ہی مجھ کو

چھپر کس بات میں طعنہ کس اشارت میں نہیں
 وہ عبارت میں نہیں اور اشارت میں نہیں
 ورنہ کچھ غیر سوا ہم سے عبارت میں نہیں
 اور نہ ادا بھی آہنگ طہارت میں نہیں
 کیا بزرگی میں مرا ہو جو حقارت میں نہیں
 عورت دیکھو تو عاشق خستہ میں نہیں
 کہ صبا کو بھی جہاں دخل سفارت میں نہیں

قتل و غارت کہ سمجھتے ہو جسے امر عظیم	یہ تو داخل بھی وہاں تا زوثر ارت میں نہیں
دل کے بدلے میں طلبگار نہیں کچھ تم سے	شہنشاہِ زمزمہ اصحاب تجارت میں نہیں
نہ سجدہ رہیں ابد جو سر جھکاتے ہیں چراغِ وقتِ محبت نے کر دیا فسوس جو اس سے نقشہٴ محبت ہی رہا چندے میں اس کے لطف کی باتوں کو دھیان میں چھپا شبِ صال میں تالیفیت اٹھانے سکوں	نہ افریقہ سے نقش قدم مٹاتے ہیں کہ جھکواہنی پرانے بھی جلاتے ہیں تو دیکھ لو گے کہ ہم نقش کیا بٹھاتے ہیں کہاں بغیرِ قضا عطر کیوں تنگھاتے ہیں وہ جھکواہنی متصل پلاتے ہیں
تمھاری بات میں کیا آگیا ہر شہنشاہِ زمزمہ کہ مدعی بھی کچھ اب مدعا بتاتے ہیں	
غذا کا ہاتھ لگا ہی انھیں ہیاں آئے ہیں سیرِ حشت کو جو اک خلیں چلی آتی ہو ہم بھی محروم سہی غیر تو ہو سگے محروم یہ تو سچ ہی کہ کجا محتسب بادہ کشی لے لیا پیچہ گلوں میں جھ اپنہ تو نے	کیوں کہا میں نے کہ چلے مرے غمانے میں شہر آباد ہو اہی مرے ویرانے میں لطف آجائے کہیں ہار کو ترانے میں پھر بایں جوش یہ کیوں آتے ہیں خلیں میں ہم نے جانا ہیں جٹے لعل تے شانے میں

<p>فرش ہی محل کا شاں بیکاشانے میں اثر بادہ ہی گویا مرے افسانے میں</p>	<p>سچ کہا غیر کو گھبریس نہ آئی ہو گی شہ قلم کے وہ پیش ہیں جولاہوں و شمام</p>
<p>عبر کا کرتے ہیں میرے اتھاں میں امتحاں کر لیا تاب و اثر کا اگلاں میں امتحاں آپ کا ہرگز نہ تھا اپنے گماں میں امتحاں اپنے غم کا لیس گینہ غمراں میں امتحاں</p>	<p>ہر ستم کے شک کا اُنکے گماں میں امتحاں آرزوِ مرگ تھی روزِ جدائی مر گئے چھوڑ تو دیکھو کہ بعد از قتل مجھ سے یہ کہا دیکھو کہ آئینہ دیکھیں ہم ہنس گئے یا نہیں</p>
<p>اُن کے کوچے میں تھیں لچاؤں کیونکہ شہ قلم کر چکا ہوں تم کو سیرِ گستاں میں امتحاں</p>	
<p>آپ کو بھولے ہم اُن کی یاد میں مر گئے ہم تو کفِ صیاد میں فرقِ بادِ آہ و بادِ عاد میں رہ گئی حسرتِ دل جلاؤ میں قیدِ پائی خاطرِ آزاد میں جو اثر تھا تیشہِ فدا و میں مر گیا شورِ مبارکباد میں</p>	<p>تنگ تھی جا خاطرِ ناست و میں کیونکہ اٹھتا ہی خدا بہ رخِ قفس وہ جو ہیں تاج سے واقف بتائیں یہاں امیدِ قتل ہی تے خوں کیا تے تعلق پن بھی آخرِ قید ہے غمرہ شیریں ہی کی دولتِ تھا کیوں خبر لو چھی ترا بیمار ہاے</p>

بے تکلف جی میں جو آئے کرو	کیا دھرا ہے نالہ و فسر یاد میں
---------------------------	--------------------------------

دھیان تجھ کو ہونہ ہو پر شیفتمہ	رات دن رہتا ہی تیری یاد میں
--------------------------------	-----------------------------

ہی امتزاج مشک تو لعل فام میں پہنچے کہاں تصرف ساقی سے اہل بزم تافوق آئے بات میں فرمائشیں دیکھیں اب کچھ ہمیں غنا سے تعلق نہیں رہا اس لطف سے کہاں ہی نسیم چمن میں بو ہی شرط عشق یہ کہ نہ غفلت ہو ایک دم آئی جو آج کام میں صہبائے تند و تلخ آہو کی بخت آئے جو تیرے کمنہ میں	آتی ہے بوئے غیر ہمارے مشام میں پہنچے نہیں شراب صراحی سے جام میں تجھل جن کی ہونہ سکے انصرام میں جوش و پیش کو بار نہیں اس مقام میں جو لطف بھر رہا ہی تمہارے پیام میں کیسا ہی دل چھنسا ہوا مورِ عظام میں ساقی نے خوب راز کئے بارِ عام میں بلبل کی قسمت آئی اگر تیرے دام میں
--	---

تکلو نہیں جو عجب تعجب ہی شیفتمہ	ہی زما ننا یہ سرشت کرام میں
---------------------------------	-----------------------------

ارشاد دل زار کی افواہیں ہیں	یعنی مجھ پر کرم یار کی افواہیں ہیں
شرم اے نالہ دل خانہ اغویا میں بھی	جوش افواہ عزا بار کی افواہیں ہیں

<p>کب کیا دل میں مے پند و نصیحت نے ارش جنس دلی وہ خریدار ہوئے تھے کس قیس و فریاد کا منہ مجھ سے مقابل ہو گئے یہ بھی کچھ بات ہی میں اور کروں غریب سے بات</p>	<p>نامح سہیدہ گفتار کی افواہیں ہیں یہ یونہیں کو چہ و بازار کی افواہیں ہیں مردم وادی و کُساہ کی افواہیں ہیں تم نہ مانو کہ یہ اغیار کی افواہیں ہیں</p>
<p>کس توقع پہ نہیں شیشہ یاس کرم غیر پر بھی ستم یار کی افواہیں ہیں</p>	
<p>بیگانوں سے کیونکر آشنا ہوں لے مرگ میر آپ مر رہا ہوں بیگانہ آشنا ہوں دیوانہ میں جانکبنا ہوں کتا ہے کہ کیا میں بیوفا ہوں منت کش سایہ ہما ہوں غیروں کو بھی یار جانتا ہوں ہر چند میں ہمد صبا ہوں اس بات پہ کیا اُسے نہ چاہوں</p>	<p>خونرو بد خو ہیں کیا میں چاہوں ست چھڑ کر یار سے جدا ہوں مکن نہیں بن ملے نبا ہوں لیلے کے سے بگڑ گئی تھی اکتا ہوں جو غیر سے نہ ملے روشن ہے مری سیاہ بختی بیگانہ وشی ستم ہے اُن کی اُس غیرت گل سے ربط معلوم ہمد نہ سہی محبت اُس کو</p>

<p>میں شرم سے آب کیوں ہوا ہوں کیا پائے رقیب کی صدا ہوں ذراہ میں کس آفتاب کا ہوں</p>	<p>دی غیر کو اُس نے کب عرق ہیں دیکھا نہیں مجھ کو سنتے ہیں وہ مکثوف ہوا فروغ سے</p>
	<p>میں شیفتہ ہوں عزیز دلہا شیریں گفتار خوش نوا ہوں</p>
<p>ای شیفتہ نوید وہ پہاں گل نہیں اظہار عشق غیر سے وہ منفعل نہیں سرتاپا شکستہ ہوں پر مضحل نہیں دلی کے سنگدل تو بتان چکل نہیں وہ گل عرق عرق تو ہوئیں نخل نہیں فریاد بے ستون تو سینہ کی رسل نہیں مجھ کو داغ قصہ غم ہائے دل نہیں صحرائے قیس گھر کے مرے متصل نہیں</p>	<p>عہد ثبات عہد پہ ہے متصل نہیں الف چمپا کے اور بھی شرمندہ میں ہوا ست چھڑائے رقیب کہ مانند زلف یار دل سختیاں سے یہ کہاں ناز کی تن کیا رویے کہ تذکرہ سوز رشک سے پتھر وہ اوہ جسے مشکل ہے ٹالنا جو حال پوچھنا ہو تم اس سے ہی پوچھ لو ہٹا کر نہ کرئی بار کے کہاں جی کو ہا ہا ہے</p>
	<p>لگ جاؤ اتواؤ گلے سب چلے گئے اک شیفتہ رہا ہی سو وہ کچھ نخل نہیں</p>

<p>اپنے بھی مرگ مرگ تناسے کم نہیں جز شکوہ اور کچھ مرے خطا میں برقم نہیں اس سے سوا جہاں میں شغلِ اہم نہیں جو مرغِ آتشِ نفسِ شعلہ دم نہیں اب تک بھی دوستی تمہیں دشمن سے کم نہیں نئے وجہ ہی عتاب کہ آنکھوں میں نم نہیں وہم و خیال میں بھی شراب و صنم نہیں سر میں ہوائی طرہ پر پیچ و خم نہیں</p>	<p>کن حریفوں سے مرتے ہیں ہم تکوغم نہیں قاصد کے ساتھ بے ادبی ہوگی لاکلام ہر شغل میں اہم ہے نگہبانی نفس ہرگز نہ چھمکے چین زارِ عشق میں سوارِ امتحان و فاکر چکے پر آہ حیرتِ فزعِ آئینہ دل ہے وصل میں افسوں پر دیر کی تاثیر ہائے ہائے آنکھوں کو نے ہوس کہ رخِ سادہ دیکھئے</p>
<p>دشمن کہیں گیانہ ہو آنکھوں سے شیفۃ اُس کی گلی میں آج نشانِ قدم نہیں</p>	<p>بچے عاشق جو دیکھا پیر کینا نے جوانی میں جلے کیا کیا نہ عرضِ سوزِ شریغِ نہانی میں حد سے بات کی جب منہ آیا بید ہانی میں یا احسانِ اجل ہو شمعِ دگل جو گور پر لائے کہ ہم ہر مصلحتِ ظالم کہ شادی مرگ ہو جاؤں</p>
<p>کہا کچھ تو لبیر کی ہوئی تم سے شادمانی میں عجب آہم تھا ای شمعِ ہم کو بے زبانی میں غورِ حسنِ کم ہوتا ہی الطافِ نہ بانی میں یہ اُس کا کام ہی جو دل سے رکھے زندگانی میں ستم ہی فناء جب کام نکلتے مہربانی میں</p>	<p>بچے عاشق جو دیکھا پیر کینا نے جوانی میں جلے کیا کیا نہ عرضِ سوزِ شریغِ نہانی میں حد سے بات کی جب منہ آیا بید ہانی میں یا احسانِ اجل ہو شمعِ دگل جو گور پر لائے کہ ہم ہر مصلحتِ ظالم کہ شادی مرگ ہو جاؤں</p>

فلق سے نالہ مودوں نکل آئے تو کہتے ہیں	تھیں کیا غم گذرتی ہی تمھاری شعر خوانی میں
عدو بھی شامل لذت ہیں اس کاش سہم ہو	مزا آتا نہیں مجھ کو تری شیریں زبانی میں
عدو کیوں اثنائے اودہم سے کیوں تغافل ہی	سزا ہی یہ ہمیں دعویٰ بہتھا رمز دانی میں

سبک ہو ہو بس اس شقیقتہ ایسی ہی باتوں
کہ تم سر پاؤں پر رکھتے ہو وہ ہی سرگرائی میں

کب نگاہیں کی عشوہ بار نہیں	کب نگاہیں کرشمہ زار نہیں
غیر پر رحم یہ کسے آیا	تم تو مانا ستم شعار نہیں
یہاں فغاں سے لہو ٹپکتا ہی	میں نو اسنج شاعر نہیں
کلفت دل سے ہی جو آلودہ	گو ہر اشک آبدار نہیں
ہم ہیں ایسے فرخ رو درویش	مخمل پادشاہے عار نہیں
نہ چلا خانہ عدو تو نہ ہنس	شعلہ آہ ہی شمار نہیں
باغ بے صفہ چلکے کیا کیجے	✓ جن سے تھی باغ کی بہار نہیں
باوہ پہودہ پی کے کیا کیجے	✓ اب وہ ساتی نہیں وہ یار نہیں
اسے منجم عبت پہ نادانی	تو کچھ اندازہ دان کار نہیں
توروش یاب مہر و ماہ غلط	تو اداسنج روزگار نہیں

جنہ جریقان بادہ خوار نہیں	واقف اسرار آسمانی سے
	چڑھ گئے ہیں کسی کے پھر دم پر شیقتہ آج بیقرار نہیں
<p>کونسی شب ہو کہ خنجر جگر چاک نہیں سر شہیدہ میرا قابلِ فراق نہیں اس لیے مرنے سے میر کوئی غناک نہیں اور دل پاک نہیں ہو تو نظر پاک نہیں ہم بھی بیباک ہیں پر غیر سے بیباک نہیں سر شہیدہ نہیں یا جگر چاک نہیں</p>	<p>کون سے دل تری یاد اویرت سفاک نہیں لطف قاتل میں تامل نہیں پر کیا کچے بچھڑے دل پر عالم جو ہر ایک مرتا ہے دل ہوا پاک تو پھر کون نظر کرتا ہے علم اور جہل میں کچھ فرق نہ ہو کیا سمجھنے فیس کو فضل تقادم ہے وگرنہ یہاں کیا</p>
	<p>ماسوی اللہ نہ رہے شیقتہ ہرگز نہیں خنجر وی کلخ سراؤں خن و خاشاک نہیں</p>
<p>کس جگہ نہ لطف کی بوئیں کی تری تاب نہیں اس قدر شغلہ کھی آفت سیما تب نہیں سُخ پُر لوز نہیں دیدہ پُر آب نہیں بزم اغیار سے کم محفل اجاب نہیں</p>	<p>کون ہی شہر میں جو کام ہو بس باب نہیں بچھڑاں جلوسے سے جو کچھ کہ گذرتی ہو نہ پوچھ برق و باران کے تلاطم کا کہاں تک مذکور وضع کا حفظ ہو تو عشرت صحبت معلوم</p>

<p>پردہ شرم سے بہتر کوئی جل باب نہیں شبِ منتاب میں لطفِ شبِ منتاب نہیں دشت کیا جلوہ گر لالہ شاداب نہیں تلخ عیشوں کو مفرکہ شکرِ خواب نہیں کیا وہ دیریا کہ جہاں پچش گرداب نہیں</p>	<p>اہل تحقیق کے نزدیک رُخِ زیبا کو سیرِ منتاب کا وہاں غم ہو کیا موقوف فیض حق عام ہوا قمرِ دل زار ہو خواب میں بھی وہ نظر آئے ہیں غینے ساتھ کیا وہ صحرانہ جہاں شور نہ ہو رن کا</p>
	<p>پارسا کیا ہوئے تم شہیدِ سادی بھی ہو باغ کو چلتے ہو اور ساتھ ہی ناب نہیں</p>
<p>یہی صورت ہو تو کچھ شہنے کے اسباب نہیں برق آنکھوں سے ٹپکتی ہے یہ خونِ ناب نہیں جس کے آنکھوں کے نقوش میں مجھے خواب نہیں زاہد و دہر مگر عالمِ اسباب نہیں دل کی تصویر بنائی ہے یہ سیما نہیں بحر میں خار نہیں دشت میں گرداب نہیں یہ تو مانا کہ تمہیں خاطرِ احباب نہیں حسروں بزم میں بھی صرف ہی ناب نہیں</p>	<p>نازد و نکلیں ہو وہاں صبر کی یہاں تاب نہیں طرفہ نیرنگِ محبت میں نظر آتے ہیں ٹائے وہ شوقِ ملاقاتِ عدو میں جاگے سُخ کیوں عشقِ مجازی سے ہمیں کہتے ہو جان کی شکل دکھائی ہے بنا کر ٹھکرو بحر و بر میں کہیں آرام نہیں خاطر خواہ کیسے اعدا کی بھی کچھ دشمنی ہو منظور کلفتِ آلودہ نظر پڑتی ہے مشتاقوں پر</p>

<p>اور وجہ شب تار و شب مہتاب نہیں نسخہ اصل میں ہر چند کہ یہ باب نہیں جس یہاں دل ہی سونا درہنیں نایاب نہیں</p>	<p>کل یوم ہو فی شان کی ہی جلوہ گری شکوہ آئینِ محبت میں ہی ایجا و لطیف غمرہ نادر طلب اور عشوہ ہی نایاب پسند</p>
<p>دلِ بنیاب نہیں دیدہ بچو اب نہیں</p>	<p>شیفتہ عشق کی یہ دھوم اور تابک حضرت دلِ بنیاب نہیں دیدہ بچو اب نہیں</p>
<p>قدر وفا نہیں ہی اگر امتحان نہیں آفت تو یہ پڑی ہی کہ تم بدگماں نہیں نالے اگر یہی ہیں تو پھر آسمان نہیں پھر اب کوئی جہان میں اِنہ نہاں نہیں جز شاخِ سدرہ ہیکو سرِ آشیاں نہیں پر کیا کروں دوست کوئی قصہ خواں نہیں میں وہ ہوں جس پر بارِ امانت گراں نہیں حال آنکہ وہاں تنہو سرِ امتحان نہیں نے مصلحتِ صلاح و فساد جہاں نہیں کچھ فروش بوریہ سے تو کم پر تیاں نہیں</p>	<p>جی جاے پر جفا میں ہمارا زیاں نہیں ہم بھی دکھاتے غیر سے اخلاص کا حرا جو دیکھنا ہو دیکھ لیں اختر شناس جلد اسرارِ عشق بھی جو حرفوں نے کمدیے ہم آئے ہیں جہاں سے وہیں کا خیال ہے واں شوقِ دستاں ہی یہاں دستاں شوق حرفِ درشت غیر سبک وضع بھی سہی رنگین تھی بے گنا ہوں کہ نوح سے سوا دُشہر حکمت ہی ہوگی برقِ جود ہیکو جا دل کیوں عازمِ شاہ سے کرتے ہیں اہل فقر</p>

<p>پرویں نہیں نبات نہیں لکشاں نہیں افسوس کم شکیب مراد زواں نہیں نظارہ پری کی بشر کو تو ان نہیں فخر فضیلت و شرف دو دماں نہیں لے التقایوں سے ہمارا زیاں نہیں دلہاری ایک شہر کی مشکل دماں نہیں</p>	<p>چلے چمن کو بچم سحر جلوہ گر ہوا کیونکر سنیں وہ شہرت اگر کو بکو ہوا آئینہ جلوہ گاہ پری ہے نہ دیکھنا ہم نے بھی ہزل و بادل گوارا کیا کہ وہاں مشہور روز گاہی محسوس روز گار گرہی فریب غمزدہ ہوا دوا اثر یہی</p>
---	--

کچھ ہم پر آپ پر نہیں موقوف شیفتہ
کس کس کے دل پذیر وہ رہنا جواں ہیں

<p>وہ مہرباں نہیں تو کوئی مہرباں نہیں حالانکہ دشمنوں سے یہ قصہ نہاں نہیں کچھ درد نہ ناز جان کے بدلے گراں نہیں جس شوق رہنا ہو کوئی پاساں نہیں کیونکر میں چنچ تری شوخیاں نہیں پر کیا کریں بساط میں جنیم جاں نہیں وہ خاک پر ہماری ہجو دامن نشاں نہیں</p>	<p>دل کا گلہ فلک کی شکایت یہاں نہیں ہم آج تک جھٹاتے ہیں بار و سک راز عشق زیبا نہیں ہے دوست سے کرنا معاملہ ہم زمرہ رقیب میں ملکر وہاں گئے آشفہ مثل باد ہوں بیتاب مثل برق ہم آتپے نثار کریں کائنات کو سامان وجد فتنہ محشر کو دے دیا</p>
---	---

<p>کیا ہکھواؤں سے رسم و رہارم خاں نہیں اب ہم وہاں پہنچ رہے ہیں جہاں نہیں کس نے وہ جلوہ افروز کیا نہیں</p>	<p>کیوں ہیں ندیم و دستفارش میں غیر کی اک عال خوش میں بھول گئے کائنات کو کس پر شک کیجیے کس کو روپیے</p>
	<p>کیوں یہ جو شورش و غوغا ہے نشور میں ایسا تو شفق ہے ہمیں غباراں نہیں</p>
<p>گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں آئینہ میں ہی آپ نہ آئینہ آب میں کیا فائدہ ہے موج اگر ہی سراب میں ہم کو بہت ثبات رہا اضطراب میں نیرنگ جلوہ سے ہی شروع نقاب میں بازی میں جذبہ صرف ہی شبنم شراب میں جو آفتاب روشنی آفتاب میں دیکھو وہ آگے سے جو نہ دیکھا ہو خواب میں کیا شبہ اس گروہ کے حسن آب میں کھویا ہی ہم نے آپ کو عہد شباب میں</p>	<p>آرام سے ہی کون جہاں خراب میں سب انہیں محو اور وہ سب سے علاحدہ معنی کی فکر چاہیے صورت کیا حصول نے بادِ نوبہار ہی اب نے شبنم گل حیرت ہی کیا نقاب ہیں گے رنگ رنگ کی فرصت کہاں کہ اور بھی کچھ کام کیجئے ذات و صفات میں بھی یہی ربط سمجھئے قطع نظر جو لفتش و نگار جہاں سے ہو طوبی اہم جو کشتہ عشقِ عمیق ہیں مہلکے بعد ہی اکیں شاید پتا لگے</p>

<p>پھر ہی ہوائے مطرب کی ہلکی سی شیفٹہ بدلت گزر گئی درع و اجتناب میں</p>	<p>شوخی نے تیرے لطف نہ رکھا حجاب میں آنکھ نہ گر ہو چرخ میں لا آسمان کو سو مہر کا فروغ ہی وہاں جلوہ گاہ میں وہ قطرہ ہوں کہ سوئیہ دریا میں گم ہوا ساک کی یہ مراد کہ مجھ سا ہونٹش بھی اُس صوبتِ جاں نواز کا ثانی بنا نہیں ای ولے روزِ حشر اگر ہم سے ہو سوال آتا ہی کون کون کہ آتے ہیں اب نظر شرمِ گنہ نہ بیمِ عقوبت یہ رنج ہے پوچھی تھی ہم نے وجہ ملاقات مدعی</p>
<p>لڑتی نہ جائے آنکھ جو ساقی سے شیفٹہ ہلکی تو خاک لطف نہ آئے شراب میں</p>	<p>نہ پاہ میں خوش وہ ناحق غتاب میں</p>
<p>طاقت تھی جتنی صرف ہوئی اضطراب میں</p>	

<p>بے کئے قبول تو گنتی بھی چھوڑ دو بیابان کس قدر ہے کہ ڈوبا ہوا ہی سب شاید کہ پڑ گئی ہے کسی شیخ کی نظر آفریقا میں شب تاریک بھی تو ہے آؤ آفتِ زمانہ ترے دور میں شکیب ہوتا ہوا تھام تمنا اُسی قدر جو رستم عیاں ہو وفا و کرم نہاں بیابان شومہ شوخ طبیعتِ زباں دراز اُس نے دم و دل کے عہدِ التفات</p>	<p>ایسا نہ ہو کہیں بڑے جھگڑا حساب میں دامنِ لہو میں اور گریباں شراب میں ہم نے دھڑک جو کرتے ہیں تیرے شباب میں اچھا نہ آئیں آپ شبِ مہتاب میں بلبل کو باغ میں ہی نہ باہی کو آب میں ہوتی ہی جتنی دیر کشا و نقاب میں لڑتے ہیں جاگتے ہیں تائے پیغاب میں ملزم ہوا ہی پر نہیں عاجز جواب میں افسوس میں نے کچھ سنا اضطراب میں</p>
---	---

تکلیفِ شقیقتہ ہوئی تھو گھر حضور
 اس وقت اتفاق سے وہ پیغاب میں

<p>کہ فلان آئے تمہارے فراغ میں مشاطہ باغیاں کی طرح بیتقار ہے پہلے نہ تھا جہاں میں دلِ داغ دار کیا ہر ادیب و شوقِ حبیب و غمِ نشور</p>	<p>حسرت کا ہی ہجومِ دلِ داغ میں میں اُن کے پاس کیا ہوں کہ گلچیں باغ میں مشہور استغری جو ہوا لالہ داغ میں اپنا کوئی زمانہ نہ گذرا فراغ میں</p>
---	--

صہبائے لالہ فام کہاں اور ہم کہاں	خونابہ جگر ہی ہمارے ایاغ میں
معلوم ہے کہ ایچیوں کو زیاں نہیں	قاصد نہ بچکا یوہر گز بلاغ میں
فالوس شیشہ و لگن زر سے کیا حویل	وہ ہی وہاں جہاں نہیں دھن چراغ میں
نہ طاقت شکیب نہ اندازہ ستیز	بیجا ہی اہتمام تلاش سراغ میں

اسن نو بہار حسن کو بدنامت کرو	نیچے شیشہ کے پہلے ہی شورشن مانغ میں
-------------------------------	-------------------------------------

پانی ہی بوسے دوست غنادلئے مانغ میں	پردانوں پر ہوئی ہی تجلی چراغ میں
اس کا پتہ ملے تو ہمارا پتہ ملے	کھویا ہی ہم نے آپ کو جس کے سراغ میں
مشکوئے شہ ہوا سے ہی پھیش ہاں کہاں	عشرت فقط نصیب ہی کج فراغ میں
عارف نہیں وہ حفظ مراتب جسے نہو	جو جلوہ باغ میں ہی کہاں ہے وہ راغ میں
ہر چند ایک نور سے روشن ہی بنم دہر	جو نور ہر میں ہی کہاں ہے چراغ میں
ایک قطرہ جس کا مست کرے کائنات کو	ایسے خروہ دی ہمارے ایاغ میں
بلبل بے گل کبھی نہیں کچھا جو دیکھ لے	زہر پھر نہ فرق کرے دشت و باغ میں
سویار آن لگا ڈپرٹھو حسن دو پیر	سامان صد بہار ہی ایک ایک مانغ میں

پیری میں سیر باغ کی تقریب شیفہ	
--------------------------------	--

معشوقہ ساتھ ہر نہ غفل ہو دماغ میں	
عید ہی اور ہکو عید نہیں لاش تیری رسید تھی خط کی قیس کو جو جسے خفیف عقل گریبی ہی ہجوم ابرسیاہ ہم اگرچہ ہیں اندوں مقبول آج بھی منع بادہ ای زاہد ذکر میرا سنو نہ مجنوں کا وہ ہیں اسکے چشم و نگاہ کی نیند آئی رقیب آتا ہے	اگر آجائے بعید نہیں خط کی یہ نامہ بر رسید نہیں رائے اس شخص کی نیند نہیں گر کوئی دے پئے بعید نہیں لیکن اختیار بھی طریقہ نہیں تیرے نزدیک عید عید نہیں لطف بے قصہ جدید نہیں کس جگہ تربت شہید نہیں رخصت اتنی تو ہم بلیہ نہیں
شیشہ ادبھی ہیں نغمہ سرا پر یہ آہنگ یہ نشید نہیں	
ہر گونہ گونہ شک ابھی عفو گناہ میں نگین اضطراب ہی بیدار التفات ہر خار و خس ہو و جدیں ہر گشت	جو ہر زبان پر وہ نہیں ہی نگاہ میں کیا شوخے اثر ہو سرا سیمہ آہ میں کیا ایک شوشے کے کہا خالقانہ میں

<p> مجائے جو کوئی ترے کوچہ کی راہ میں کیا فرق چرخِ اختر و چشمِ سیاہ میں بے زخم ایک صید نہیں صید گاہ میں اندیشہ درست و خیالِ تباہ میں یہ روشنی نہ ہر میں دیکھی نہ ماہ میں دعویٰ ہی ہوا میں کو اگر مالِ جاہ میں ہلدی لگی ہوئی ہے سرواد خواہ میں ہر مرغ زار جلوہ نما برگ گاہ میں دیکھا بڑے بڑوں کو اسی اشتباہ میں اعجاز بات میں ہی توحید و نگاہ میں </p>	<p> دشمن سے بھی زیادہ ہی گودست کیوں نہ ہو سرگشتہ لنگے پھرنے سے اربابِ درد ہیں صیاد و قریب کا اللہ رے لطف عام ہر جگہ میں اور غیر میں نہنت وہی جو ہر دن رات جھکو دیکھتے ہیں نہر و ماہ کے یہاں بے زوال نعمت کیا بے عشق ہی ہر جلوہ گر کرشمہ کہ انصافِ پیشگی تجھ کو نظر نہ آئے تو اپنا علاج کر دھوکا مجھے کو صرف نہیں سیلِ باہر کا ہر شیوہ اُس کا اپنی جگہ میں تمام ہی </p>
	<p> افسردہ خاطری وہ بلا ہی کہ شیشہ طاعت میں کچھ مزا ہی نہ لذت گناہ میں </p>
<p> تقصیر ہو کسی سے کسی کی معاف ہو سو بار سہیں غیر سے گو لام و کاف ہو بیہودہ ہی وہ شخص جو سرگرم لاف ہو </p>	<p> ہم سے جو ہو غبار تو دشمن سے صاف ہو ہرگز ترے لبوں سے نہ چھوڑیں گے کامِ دل دل میں گے مال دین گے مگر جان سو بخر </p>

<p>معتوق خوش مزاج ہو وجہ کفاف ہو حسن و جمال میں جو کوئی یہاں مضاف ہو کنجِ خمول میں ہو اس عتکاف ہو یہ عرض ہی قصور ہمارا مضاف ہو وحشت میں گر گذار میرا سو قاف ہو گر آپ کی روش بھی ہمارے خلاف ہو تیری بلا سے دلیس کسی کے شگاف ہو دونوں سلیم فکر میں کیوں اختلاف ہو</p>	<p>کافی ہو خوش گذرنے کو دنیا میں ہنقدر مہووت ہو ضرور جفا و عتاب کا ہر شک بار عام غضب کیا عجب اگر گر عفو ہو قصور تو اک عرض ہی ہمیں غالب ہے کچھ تو فرق پڑے وہاں کی سیر رفتار چرخ ہے اسے شیوہ پہ دور کیا ہاں تو شکاف در سے لڑا آنکھ غیر سے جو قیس کی روش تھی وہی اپنی راہ ہے</p>
<p>وہ طرز فکر یہاں خوش آتی ہے شیفٹہ معنی شگفتہ لفظ خوش انداز صاف ہے</p>	
<p>لقاب اٹھا کہ یہ لیجان آفتاب نہو شراب بس ہی نہیں ہے اگر گلاب نہو خلل پڑے متحرک جو آفتاب نہو کروں میں کچھ گلہ لطف گر عتاب نہو جو یہ طلسم نہ ٹوٹے تو فتح باب نہو</p>	<p>فرغِ مہر نہ ہو سرج پہ گر نقاب نہو بھرے ہیں رنگ تکلف سے اہل سخا نہو کہیں نہ چاہے بت مہر و ش یہ ممکن ہے ہر دل کو شکر و نازِ عدو سے بتیانی عجب نہ نظر مقصود ہے طلسم خودی</p>

<p>شوہر تو کیفیتِ شراب نہو مجھے یہ ڈر ہی کہیں مدرسہ خراب نہو خلاف شان ہی رخ پر اگر نقاب نہو جسے کہ مہر کی بھی دیکھنے کی تاب نہو</p>	<p>غیر نہ ہی بت میکش کو چشمِ تر یعنی ہست ہی دھوم مچاتے ہیں میکدہ میں مذ وہ ماہتابی پہ پیٹھے ہیں اور ہی شبِ ماہ غضب ہی قہر ہی دیکھے وہ چشمِ یہ جلوہ</p>
<p>وہ روئی نالہ موزوں شیفتہ سُکر یہ وہ غزل ہی کہ جس کا کبھی جواب نہو</p>	
<p>کس سے کہتے ہو تم نہیں خبر ہے کیا کہتے ہو ہم اجل کہتے ہیں تم جسکو جیا کہتے ہو ہم نہیں جانتے تم کسکو وفا کہتے ہو ناز ہم کرتے ہیں تم اُسکو جفا کہتے ہو</p>	<p>غیر سے حرفِ تمناے جفا کہتے ہو زندگی خاک ہو جب فہم ہیں اتنا ہو غلام کہتے ہیں لاف و فاموت پہلے کیسی گلہ جو رہ کہتے ہیں زہے نا فہمی</p>
<p>شیفتہ شکوہ شرب سے بس لگے نہ بڑھو دیکھو وہ دوست ہی تم کسکو بُرا کہتے ہو</p>	
<p>خاک میں شہر ملا تے کیوں ہو عشق سے مجھکو ڈراتے کیوں ہو تم مجھے آنکھ دکھاتے کیوں ہو</p>	<p>تو سنِ ناز اٹھاتے کیوں ہو ناصحیوں بھی تو مر جاتے ہیں تابِ نظارہ نہیں پہلے ہی یہاں</p>

<p>پرے نزدیک ہو لیلے سے سوا ماصل اس سلسلہ جنبا نی سے عرض غم عرصہ غیر کہاں</p>	<p>قصہ تیس سناتے کیوں ہو پائے خوابیدہ جگاتے کیوں ہو جھپٹے تم بات بناتے کیوں ہو</p>
<p>آتش عشق کہیں بجھتی ہے شبیقتہ اشک بہاتے کیوں ہو</p>	
<p>رابطہاں ہاتھ کو جب عزیز کے دامان سے ہو جلوہ دوست اگر دیکھے تو میرا ذمہ بو خوشی خط سے تمہار ہوئی اس سر کی قسم سن کیا رکن امارت ہو کہ ممکن ہی نہیں میں نہیں جانتا آپ آئیں وہ یا خط بھیجیں ہر دق میں ہو عیاں جلوہ نیرنگ بہار چھڑکھو کہ کہا دونوں کو ذلت ہنوسیب</p>	<p>کیوں نہ یہاں ہاتھ کو پھر ربط گریبان سے ہو پھر پریزو کو وحشت اگر انسان سے ہو وہ شہ ہندو شہ روم کے فرمان سے ہو رابطاں سے نہ کرے کوئی جوار کاں سے ہو پر مرے دکھ کو تسلی کسی عنوان سے ہو کیوں نہ دیوانوں کو نورش مردیوان سے ہو پر پتھے غیر سے ہو غیر کو دربان سے ہو</p>
<p>کس نے تاراج کیا ملک و دیں کہے آج تم شبیقتہ کچھ لے رہو سامان سے ہو</p>	
<p>اضطرار جس ہے کیوں دل کو</p>	<p>کہیں جنبش ہوئی ہے محل کو</p>

<p>بوسہ لینا نہ مانگنا دشمن کھل کو ہے اُس کے کان سے تشبیہ غمزہ تیرے چشم کا فرکا تجھ سے اے رشکِ خورِ جو دوں تشبیہ اب وہ نو خط ہے ملتفت دیکھا</p>	<p>سُنہ لگا تا ہے کون سائل کو کیا بُنے نالہ عنادِ دل کو سمجھے اعجازِ بحرِ بابل کو نہو نقصانِ ماہِ کامل کو نقشِ تخیرِ خطِ باطل کو</p>
---	--

ہاے وہ شیفۃ کی بتیابی
 تھام لینا وہ تیری محسوس کو

<p>اے فلکِ یوں کا میرا پیش کر پرویز کو سخی جھوٹ نازیں ہی فکر کی شبِ بیز کو دیکھ کر چشمِ غضب کو اُس کے پیسے رو دیا سانپ کے سونگھے ہوئے نے خبر نہوں تجھ کب ہویں گے تاخیاں آدابِ دِلِ عشق سے نالہ موزوں کی بے پروا خرامی دیکھنا کیوں نہ شادی مرگ ہونا کامِ مجھسا دیکھ کر خطِ آزادی تھا نامہِ غیر کا اسے پوشِ رشک</p>	<p>خوابِ شیریں بھی نہو فریادِ شور انگیز کو شوخیاں ابرو سے لینی چاہئے مہینہ کو چاہیے پانیِ مالینا شہرِ اب تیز کو سونگھ لیتو دو شمیمِ زلفِ غنیمت کو دیکھتے تھی یہ اپنی تمکین دس انگیز کو کر دیا غلویشِ شیریں غم سے رہتا خیز کو زخم کے سُنہ میں زبانِ خنجرِ خوریز کو پھاڑ دالا آپ ہم سے کیسی دستِ آویز کو</p>
--	---

	اہل محفل کی پسند طبع یہ انداز نہ ہی شیقتہ کسکو سناتے شعر درد آمیز کو	
دے کفن تو عشق شیریں بافت کافرا د کو کون لائے آشیانے تاک مرے صیاد کو یہ نوید شور افزا سنے بھیجے منہ را د کو ہم کو بھی لازم ہی جانا وہاں مبارکباد کو		تو شیریں کام کہ تلخی کشش بیداد کو اوداری نارسا شوق اسیری بے اثر یہ کام عشق شیریں بھی ہوئی پایاں کا کتے ہیں زیریں لیلی و مجنوں مل گئے
	اک دم شمشیر سے آزار پہناتے ہے ہم سچا جانتے ہیں شیقتہ جلا د کو	
یہ جو ریا رہے ستم آسماں نہو گر حلق زخم خوردہ سے بھی خون اں نہو راضی ہیں ہم اسپیں کہ نامہرباں نہو لیکن جب انہن میں کوئی تکتہ داں نہو جس شہر و دیکھ میں کہ سر اے سناں نہو صیاد نے جلایا کہیں آشیاں نہو جو نیم کشت خنجر درد نہاں نہو		اہل جو ہو ہو ہونے دے گرم فغاں نہو لوگٹی جو ایسی ہی قاصد سے کیا عجب ہر دو فاجو ماہ و شول سے بعید ہے ایکایا بیان کرتے ہیں نادر نکات ہم صدق و صفادہر و وفا و پاش ڈھونڈھنا آتی ہر نفس گل میں چہرے ہوائے گرم ایا ہر دفائی مرگ میں اُس شخص کو حجاب

<p>اگر صاحبِ معاملہ آزرده جاں نہو</p>	<p>صوتِ حزیں سے کچھ ہونہ شکلِ جہیل سے</p>
<p>ایما ہی سب کو چشمِ سنگو سے شیفٹہ</p>	<p>پھر میرے قتل پہ کوئی کیا ہنر باں نہو</p>
<p>یا ہم نہوں جہاں میں خدا یا جہاں نہو ای آہ شعلہ بار نہو خوں چکاں نہو ساقی اگر شراب نہ دے سرگراں نہو کس طرح پھر مجھے گلہ دوستاں نہو ڈرتا ہوں میں چو دزد پس کارواں نہو ہرگز خلیف میکدہ اسراہ داں نہو وہ عشق ہی کہ بیچ نہاں ہو وہاں نہو جن کو پچ سوچ ہی کہ کچھ اس میں نیاں نہو</p>	<p>ہی بد بلا کی کو غم جا و داں تو آئینِ اہلِ عشق کہاں اور ہم کہاں فعلِ حکیم عینِ صلاح و صواب ہی تدبیر ترک دشمن جہاں کی ہر رات دن کیا وہ متاع جسکی نہو کوئی گھات میں جب تک فروغِ می سے نہو سید نہ نور زار لازم ہی باہر بھی تو ہو بیتاب ورنہ کیا ناحق وہ جی ہلاتے ہیں سودائے عشق پر</p>
<p>ہم پوئے دوست تجھ کو سنگھائیں گے شیفٹہ</p>	<p>محو شمیم طرہ عنبر نشاں نہو</p>
<p>و سو اس بہکوجب ہو جو آئینہ دل نہو صحبت سے اپنی کوئی ملول و خجل نہو</p>	<p>تہمت لگا کر آنکو کوئی کیا جمل نہو نقوبے میں ہم شریک ہیں نہی میں ہم شریک</p>

<p>ای جذب اشتیاق وہ پہاں گسل نہو ای فرط جوش شوق بس اب تو نخل نہو آتش کبھی جہان میں پھر شعل نہو گھر یار کا جو گھر کے مرے متصل نہو</p>	<p>زنجیر آدمی رات کو کھٹکائے اور کون تھا ملا ہے یار زمان دراز میں افسردگی کے اپنے جو گرم بیاں ہوں ہم دشمن کے افسر سے رہائی محال ہے</p>
	<p>پھر ولد ہی میں گرم ہو دلدار شیفۃ ڈرتا ہوں میں کہ پھر کین خواہان دل نہو</p>
<p>ڈرتا ہوں آفتاب سے اب میں کہ تو نہو بچے صبا سے بھی کہ کہیں تری بو نہو یہ آرزو ہے اب کہ تری آرزو نہو</p>	<p>اتنی جہیل سے تو کبھی انس و خو نہو ہر گل کارنگ تجھ سے مشابہ نہ دیکھے سب آرزو میں تجھ سے فلک نے نکال دیں</p>
<p>یا اب یہ ڈر ہے راہ میں تو درود نہو یا اب خفا ہوں اُس سے جو تیرا عدو نہو</p>	<p>جانا کہیں ہو جلتے تھے یا تیرے گھر کی را یا غیر سے بھی خوش تھے کہ تیرا تو دوست ہر</p>
	<p>جب تک کہ تم رقیبے ملنا نہ چھوڑ دو بلجائے تم سے شیفۃ الیسا کھو نہو</p>
<p>اٹنا تو حوصلہ ہوا اگر بیشتر نہو کیا کیجئے جو حکم قضا و قدر نہو</p>	<p>کچھ بچ و تاب دل کا جیس پر اثر نہو سامان عیش جمع مگر ہم کو اعتنا نہو</p>

<p>اُن کو وہ لاف ہر ونا ہو کہ کیا کول ناصح جو کام ترک و فاسے لیا تو کیا ہم وہ نہیں کہ اُس کو بھی رکھیں حساب میں کیا تاب ہر کہ تابنِ مرگاں ہو جلوہ گر امید وار جلوہ معنی غلط نہیں ہر چند مجھ سے نے سبب آزدہ ہو گر</p>	<p>ہکو گر اہتمام تلاش خبر نہو جو بات عیب کی ہو وہ ہر گز ہنر نہو جس آہ کا کہ چرخِ نہم تک گذر نہو جس قطرہ رشک میں تختِ جگر نہو جو نکتہ فہم محو نقوش و صورت نہو ڈرتا ہوں میں ملنے سے آزدہ تر نہو</p>
---	--

ہیں آنے والے پیغمبر کچھ دوست اور بھی
 سطرِب کو حکم ہو کہ ابھی لغتہ گز نہو

<p>جب تک وہ نہر جلوہ یہاں جلوہ گر نہو کیا مانگتے ہو جان بہت لوگ دیکھ کے کس کو کیا پسند نہ کیونکر کروں پسند یہ شوق ہرزہ تازہ بہت منفعل کرے میخانے میں رہو کہ نہ دیکھو گے عمر بھر آئینِ نازِ کینہ و رسمِ اداس تم یاروں کو رنج ہو یہ گوارا نہیں مجھے</p>	<p>لاکھ آفتاب سے شبِ ہجر اں سحر نہو وہ بات ہم سے کہیں کہ حدِ بشر نہو مجھ کو نظر نہو جو غرورِ نظر نہو دربانِ بیتِ دوست ہمارا اگر نہو وہ شامِ جہیں پر تو فیضِ سحر نہو مشوقہ تے ہنر ہے جو بیدا گر نہو ایسی جگہ مروں کہ کسی کو خبر نہو</p>
---	--

وہاں کچھ نہ تو جوش یہاں استعد نہو لیکن یہ شرط ہے کہ ہمیں کچھ اثر نہو	اُن کا لگاؤ اور بھی کہتا ہے بیقرار وہ نالہ چاہتے ہیں کہ برہم کرے جہاں
	اُڑتی سی سی پختہ کی خبر کچھ سنی ہے آج لیکن خدا کرے یہ خبر مستبر نہو
چاہتا ہوں وہ صنم جس میں محبت کم ہو ہی عجیب انکی اگر دل سے شرارت کم ہو ناصحو دوست اگر ہو تو نصیحت کم ہو دل بے وسوسہ کو تم سے فراغت کم ہو ورنہ بتنا کہ سوا نور ہو ظلمت کم ہو حکم عشاق کو ہی یہ کہ محبت کم ہو کہ جہاں آئینہ دل سے کدورت کم ہو بادہ پُر زور ہی کیانشہ کی شدت کم ہو	نفس سرکش کی کسی سے عیونت کم ہو کیا عجب رہو آتش سے حرارت لیکن منہ کی حرص پر انسان ہوا ہی مجبول ہاں پشغلہ فارغ ہو جو تم کو دیکھے شہر دیوں سے بڑھا ربط بڑھی ظلمت دل ارشد عشق کی افسانے جوشن رکھے ہیں ہم نے دیکھا ہی وہ صیقل کدہ اللہ اللہ نغمہ پروردہ ہی شورش سے افافت معلوم
	سی پختہ کیسی ہی محنی ہوں مگر نامقبول اگر اسلوب عبارت میں تنانت کم ہو
نور سحر و سن کل و لطف ہوا دیکھ	الکھ صبح ہوئی مرغ چین نغمہ سرا دیکھ

دو چار فرشتوں پہ بلا آئے گی ناحق منت سے مناتی ہیں مجھے میں نہیں منتا گر بواہو سی یوں تجھے باور نہیں آتی عاشق بھی سہی پر کوئی فریاد سا ہوگا اتنی نہ بڑھا پا کی دامن کی حکایت	ای غیرت ناہید نہو نغمہ سرا دیکھ اوضاع ملک دیکھ اور اطوار گہرا دیکھ ایک مرتبہ اغیار کے قابو میں تو آدیکھ کاشانہ دشمن میں نہو جلوہ نما دیکھ دامن کو فرادیکھ ذرا بند قبا دیکھ
---	--

ایک دم کے نہ ملنے پہ نہیں ملتے ہیں مجھ سے
ایسے شہتہ یاوسی امید فرادیکھ

کہوں میں کیا کہ کیا درد نہاں ہے شکایت کی بھی اوقات کہاں ہے نشانِ پناہ غیر اُس آستان پر اجل نے کی ہے کس دم مہربانی تجھے بھی بل گیا ہے کوئی تجھ سا یہ کس گلہ و کاہ عالم یاد آیا ہوئی بیتابی بلبل موثر سحران کو ارادہ ہے سفر کا	تھارے پوچھنے ہی سے عیاں ہے نگاہِ حسرت آہِ ناتواں ہے نہیں ہی میرے مرقہ کاشاں ہے کہ جب پہلو میں وہ نامہاں ہے اب آئینہ سے وہ صحبت کہاں ہے دمِ سرد اک نسیم بوستاں ہے کہ گھبرا یا ہوا کچھ باغباں ہے قیامت آنے میں شب ورمیاں ہے
---	--

کوئی یہاں لاؤ اُس عیسے نفس کو کہ مرنا شیفتہ نام اک جواں ہی	
لیجائے گی بہشت میں گلشن کی بو مجھے وصلِ صنمِ عدو کو ہو رشکِ عدو مجھے یاد آئیگا وہ طرہ تا بیدہ سو مجھے شاید کہ آبِ تیغ سے ہو گا وضو مجھے اک بار صبح آکے جگائے ہو تو مجھے سنبل سے عطرِ فندہ کی آتی ہو مجھے بس بس نہ چھڑاؤ خلشِ آرزو مجھے دیوانگی میں ہی تری جستجو مجھے	یاد آئے گی جو عطرِ فشاں اُسکی کو مجھے اے ترخ تیری دو میں انصاف ہی بھی رحمِ ہی ہجومِ شوق کہ سنبل سے باغ میں دشمن کئے جو شکر کے سحر سے وقتِ قتل تا صبحِ حشرِ بخت مرے جاگتے رہیں لکھنوی تیری زلفِ نسیم ہی ہونے غیرتے تابِ وصال اُس سمن اندام کو کہاں جاتا ہوں کو سے غیرتیں صحرائے بدلتے ہیں
وہ مانعِ تپش ہی تھیں شوقِ اضطراب بھاتی نہیں ہی شیفتہ ایسی بھی ہو مجھے	
ہم جو غیروں کے گھر میں جانے لگے تم مجھے عطر کیوں سُنکھائے تھے لگے بارے غیروں کو بھی جلائے لگے	اگر ارشک اُنکو یاد آنے لگو کچھ بٹاٹ سے تو نہیں عینش یرے داعیوں کا ذکر کرتے ہیں

<p>چرخ غالب کہ نہ ہر کھانے لگے غیر پھر اشک کیوں بہانے لگے باتیں تم ہم سے بھی بنانے لگے قصہ ہائے ستم سنانے لگے تم مرے ناز کیوں اٹھانے لگے</p>	<p>تلخ کامی کی گر کہیں لذت میرے رونے میں تو نہیں تاثیر غیر سے کب ہوا ہی ترک کلام ہم جو تحریک نا توانی سے ہنسکے کہنے لگے کہ ہاں سچ ہے</p>
<p>وہ غزل ہم نے شیفتہ کمی جس کو نہ ہرہ بھی سن کے گانے لگے</p>	
<p>اک نئی لذت جو پائی دل نے ہر سید سے دھیان جاتا ہی نہیں سکا دلِ ناشاد سے کسکو امید اتر ہی نالہ و فریاد سے پھر نظر آتے ہیں کوہِ وشت کچھ آباد سے جائیں اسکے پاس نالان کے ہیاد سے چھٹ گئی ہر جو جان دیکر بچہ قیاد سے رکھ دیتا ہوں احباب کی مبارکباد سے یار بجا محکو نسبت دیتے ہیں ہر باد سے</p>	<p>اور الفت بڑھ گئی اب اس ستم ایجاد سے غیر کو اندوہ و فرقت اب مبارک ہو کہ یہاں عشق میں یہ مرحلہ بھی پیش آتا ہو ضرور مجھ سے کیا کیا شہ ہوگی روحِ فیس کو کہن پیرہہ قابو میں عدو کے بس یہی تدبیر ہے تکے آزاد می پیرہی ایسا سیروں کی شگے ڈوبنے کی جگہ ہی نہ صحت ہجر میں وہ قنبیل تیشہ ہی میں کشتہ آور و سہ بار</p>

<p>چھڑتے کیوں ہو مجھے جانے دو باتوں کو بس تم بھلا جاتے رہو گے شفیقتہ کی یاد سے</p>	
<p>پھر انھیں سب جو ہماری ہے پھر وہی چشم و شعلہ باری ہے پھر وہی شور آہ و زاری ہے پھر تنائے زخم کاری ہے پھر یہاں رسم جان نثاری ہے وہی تسکین بیقراری ہے نا امید امیدواری ہے پھر ہمیں اسکی یاد گاری ہے پھر وہی وضع گرفتاری ہے</p>	<p>پھر محک ستم شناری ہے پھر وہی داغ و دل سے محبت گرم پھر وہی جوشِ نالہ و فساد پھر خیالِ نگاہ کا فرس پھر ہاں طرزِ دلنوازی ہے پھر وہی بیکراری تسکین پھر حفا و ہاں ہونی پھر ہیاں جس کے چہرہ ہم بھی یاد نہ تھے پھر ہمیں کام کچھ نہیں تم سے</p>
<p>شفیقتہ پھر ہی رنگِ عزت سے پھر وہی ہم ہیں اور خواری ہے</p>	
<p>کہ شوق سے مرے خط کے لیے ہوا پر ہے کہ میری مرگ بھی ہو قوف اسی ادا پر ہے</p>	<p>وہاں پہنچنے کی منت دمِ صبا پر ہے عذرا کو آگے مرے مسکرا کے نزع نہ کر</p>

مرض ہو جس کے سبب غضب ہو وہ یہ کہ رقیب کہتے ہیں اس جو پر نہا ہوتے ہو خفا ہوے پس عدو اپنی ہی برائی خو سے خیال تھے اثر جذبیل سے کیا کیا آج	جسے جتنے نہ جتنے زور کیا قضا پر ہے قیامت آئی کہ تشنیع ابغا پر ہے تجھے گمان بدای بدگماں حیا پر ہے ہزار خون ہو س گردن حنا پر ہے
--	--

رقیب سے ہی جفا حبیب کا شکوہ
تو آپ شیفۃ العین شیفۃ جفا پر ہے

فصل گل پر کیدہ کا ساز و سماں چاہیے محویلی ہی مجنوں چارہ سازوں سے کہو کشکش اس جیسے دست جنوں بیفا مدہ زنگستان چاہیے زچاہیے سنیل کردہ جائے سبزہ سبزہ خط قدموں جائے ہر دو شاہد ان دلربا ہستی نہیں دشوار جو ہر غزل اپنی بیاض چشم آہو پر لکھو نغمہ ہائے گلشن کو سمجھیں کیا زاغ و زغن گرد گلشن خاک صحرادشتہ غم نوک خار	تو بہ زولیدہ زریطان نسیاں چاہیے اس کے رہنے کے لیے پوتکا زندان چاہیے غیر کار و آزمائی کو گریباں چاہیے چشم ثناں چاہیے زلف پریشاں چاہیے یہ گلستاں ہو تو ہماں یہ گلستاں چاہیے صرف انکو مال و جان ناموس و مایاں چاہیے جیسے دیوانے ہیں نسیا ہی دیواں چاہیے داو وینہ کو مری مرغ خوش الحان چاہیے تیرے وحشی کے لیے ایسا بیا باں چاہیے
---	--

<p> نقش کے ہمراہ بلیل مرثیہ خواں چاہیے موشی کا شغل وقتِ ابرو باراں چاہیے اس میں جد و جہد نہ رہد اسکاں چاہیے جذبہ اندانہ و سنی فراواں چاہیے بایزیدی زہد ہوشبلی کا عرفاں چاہیے لفظ سے ہو صورتِ معنی نمایاں چاہیے کام ناقص ہی مگر کب اسمیں نقصاں چاہیے موجدی کا اثر تا بام کیواں چاہیے </p>	<p> ہاں دی ہی ہم نے دردِ بحرِ خسار میں لڑائیے وقت کم آتے ہیں اربابِ غل میں پیش میں کی خواہش خواہ نیک خواہ بد لکھ لو کہ راہ حق پیشہ ہی اور وحیِ فداک پایہ کم پشیموں سے فغاوتِ ننگاں جسم ہو معنی روح مجرد آتشکار ادا گزیرہ معاذ اللہ رندی کا ہوا لہنے کا گدڑ ہو پردہ گاہ زہرِ قناک </p>
<p> آبرو نہ لے سے ہی یہ فخر بیکتانی نہیں شہدِ حق مژگاں ترخو تباہ افشاں چاہیے </p>	
<p> کیا غیر کا سرفتم کریں گے کس واسطے مجھ سے دم کریں گے اب آپ سے اُس کم کریں گے بس تیرا ہی نام دم کریں گے اب بغیر پہ وہ ستم کریں گے </p>	<p> کیونکر مجھے خطِ رستم کریں گے ہم پیشہ ہی اضطراب و شوخی اتنی بھی بُری ہے بیقراری جوشِ دشت میں اے پیر و نوبت ہی تو سب امور میں ہو </p>

<p>مرنے کا میرے نہ ذکر کرنا آرام کی فکر اب ہوتی ہے</p>	<p>قاصد وہ بہت اہم کریں گے تم سے نہ ہوا وہ ہم کریں گے</p>
<p>ولی میں تو شیفتہ ہوا استاد ہم قصد سوے عہم کریں گے</p>	
<p>دن سے یہاں آئے کی تدبیر ہے جو کہ ہوا محو تجلی ذات واہ ترا جلوہ حیرت ادا وجہ توقف اجل جاں فرا چھوڑے وہ تو بھی میں کیونکر چھوڑوں کھیل ہی کچھ یہ کہ دکھا دوں تمہیں غیر پہ پڑتی ہیں خدنگ نگاہ خط کے نہ کھنسنے کا لکھوں کیا گلہ کیا اکوں احباب کی آہن ولی غیر بھی کیوں تم سے تباہیں گے گر نغمہ سرا کون سا یاد آگیا</p>	<p>کیا اثر نالہ شبگیر ہے خاکِ در اُس شخص کی اکیر ہے آئینہ عشاق کی تصویر ہے قتل میں اختیار کے تاخیر ہے کشکش زلف گرہ گیر ہے فرض کیا آہ میں تاثیر ہے سینہ میں میرے خلش تیر ہے خامہ مدد کہ وہم تحریر ہے پاؤں میں فولاد کی زنجیر ہے جہم و قاتل تل تغیر ہے نالہ میں آواز ہم وزیر ہے</p>

<p>ہم سے وہ ناحق جو خفا ہو گئے شیفتہ کچھ اپنی ہی تفسیر ہے</p>	
<p>کہا جو ڈر ہی مجھے ایسی مہربانی سے نظر تو خیرہ ہوئی برفِ لہرِ ترانی سے نشان ہلکوا لگم ہوئی نشانی سے کہ رنگِ لطف ٹپکتا ہے بدگمانی سے وہ ہونٹ کاٹتے ہیں اپنی نکتہ دانی سے کہ پہرہ وہ ہو گدا جامِ دو سگانی سے کہ دل گرفتہ ہی دلدادہ لستانی سے یہ بخودی نہیں سہا ارغوانی سے یہ کیسی آگ ہے دہوئی ہوئی جو پانی سے کہ بد بلا ہے جوانی ڈم جو جوانی سے</p>	<p>کہا کہ تنگ ہوں اتنی بھی بدگمانی سے یہی ہے شکر کہ دلکی نظر تو روشن ہے ہزار باتیں بنا دے ہو غیر سے تم محبت اس نفکی سے عیاں ہوا رکھ دو میں راہ کی سے بیان کیا ہوں وصفِ مہن سوائے پر مغال اور ظف کس کا ہے شاہِ طلب ہے عجب کاریِ دل بیتاب کسی کی زنجیریں گولے لکھو دیئے ہیں ہوش بھڑک گئی تم شبنم سے اور آتشِ گل یہ ہے نصیحت پیراں کا رُفتادہ</p>
<p>وہاں تو شیفتہ مطلوب ہے خوش افغانی نہ نکتہ دانی سے کچھ ہو نہ خوش بیانی سے</p>	
<p>دیں گے وہ مگر زلف گر گیر کے بوسے</p>	<p>شبہم نے لیے خواہیں زنجیر کے بوسے</p>

<p>اللہ کے کافر کی نزاکت کہ اڑانگ اس جہم سے قائل ہے کہ اُس کو چٹایا بمنہ فتح مری جانب وہ چلے آتے ہیں گویا وہ چومتے ہیں ہاتھ اُدھر اور اِدھر میں دل نیشتر رشک سے ہوتا ہی مشکبک نامہ کو مرے پارنے آنکھوں سے لگایا کرتا ہوں حج تعریف میں اُس تنگ دہن کی</p>	<p>ہم نے جو لیے رات کو نقویر کے بو سے بسلنے لئے تھے لبِ شمشیر کے بو سے نالہ نے لیے شبِ برخِ تاثیر کے بو سے سوفار کی لیتا ہوں جگر چیر کے بو سے زبور نے لے اُس ہدفِ تیر کے بو سے پلجائے تو لوں نامہ تقدیر کے بو سے لیتے ہیں کربِ مری تقریر کے بو سے</p>
--	---

یون خاک تہ کرتا اگر اُس لب کے نہ لپتے
ہم شیفۃ آگے فلکِ پیر کے بو سے

<p>دشمن ہمارا کون نہیں تیرے واسطے انصاف کر کہ چرخ کو کیا مجھ سے کام تھا افغانِ دلخراش سے تو ہی جو بیقرار تو کیا ہم آپ کہتے ہیں ہم نے بُرا کیا</p>	<p>دیتے ہیں ہر چارہ گزیں تیرے واسطے ساری اذیتیں مجھے دیں تیرے واسطے اپنی سی آپ ہاکو ہکیں پیر کے واسطے سب کی بُرائیاں جو ہمیں پیر کے واسطے</p>
---	---

جس ایک غیرِ بوسے میں اُس لبِ شیفۃ
کبختِ گالیاں بھی نہیں تیرے واسطے

عشقِ ذلت ہی تو ذلت ہی سہی
 میرے آزار کی تمت ہی سہی
 نہ لکھو نام نہ بھیجو پیغام
 ہلکو بھی شوق ہے نظارے کا
 خاک ہونے پر مرے دھیان تو ہی
 دیکھنا غیر کا سو قوت تو ہے
 ہم نے بھی طرزِ صبا سیکھی ہے
 سبیلانے کا نہیں ہی جو دماغ
 ناشکیبی کی دعا مانگیں گے
 پھر تو جائے جو ہو جائے وصال
 اشدِ ہامِ غم و لشک و حرام
 بختِ ناساز کا ہوں شکوہ سرا
 یکے اخیلے سے ملنا سو قوت
 وصلِ اخیار سے نئے وہ نہیں
 دعویٰ الفت و بتیابی حیف

میری ذلت تیری عزت ہی سہی
 تھکوا الفت ہی تو الفت ہی سہی
 عشق کی آپسے نسبت ہی سہی
 دیکھنے کی تری عادت ہی سہی
 نہ سہی لطف کہ ورت ہی سہی
 قتل کی میرے ندامت ہی سہی
 تیری لگ چلنے کی خصلت ہی سہی
 ایک چھوٹی سی حکایت ہی سہی
 صبر کی ہلکو ضرورت ہی سہی
 وصل ممکن نہیں فرقت ہی سہی
 پھر بھی فرصت ہی تو فرصت ہی سہی
 آنکے پردے میں شکایت ہی سہی
 جھکوا الفت نہیں غیرت ہی سہی
 میرے مرجانے کی عبرت ہی سہی
 گر اذیت ہی اذیت ہی سہی

<p>میری خاطر سے چلو شیفتہ واں خیراں سے تمہیں نفرت ہی سہی</p>	
<p>جاں اڑ گئی بس کہنہ اسیرانِ قفس کی پھر دل لے کر طرہ خوش خم کی ہوس کی جو اپنے ہی نالہ کو کہے بانگِ جرس کی یعنی ہی منافات ہم شعلہ و خس کی یہ بات نہیں ای مرہم مرے بس کی جی میں ہو کہ لونِ جھیاں اریاب ہوس کی</p>	<p>مجھ تازہ گرفتار نے فریادِ زبس کی پھر شکلِ نظر آئی مجھے دامِ قفس کی ہر دم تو اس بچود و بیتاب پہ لیلے یزنگ ہی کیا سینہ خطِ شمعِ رخوں کی غیروں سے اُسے بات نہ کرنے دول میں لیکن خود چاک کروں حالِ مرہ اعدا کہ نہیں چاک</p>
<p>ای شیفتہ اس فن میں تک پر طریقت گو عمر ہی میری ابھی اکیس برس کی</p>	
<p>کن جمر توں سے فوجِ اپنا پیاس کئے اس بات کا وہ غیر سے شکوہ کیا کئے نامع ہمیشہ چاک گریباں سیا کئے ہم مرتے مرتے تاہم سچا لیا کئے ایسے لئے گئے ہمیں طعنے دیا کئے</p>	<p>دستِ عدو سے شبِ جوہ ساغریا کئے شکرِ ستم نے اور بھی مایوس کر دیا کب دل کے چاک کرنے کی فرصت ہمیں ملی تہ پہنچتے ہیں لپٹاں بخش یا رسے ذکر وصالِ غیر و شبِ ماہ و بادہ سے</p>

ہر دم خیال لب تیرے ہم جیا کئے	بھی لفظ لفظ بھر میں اک مرگِ نوحِ نصیب
	طرزِ سخن کے وہ مسلم ہی شیفۃ دعویٰ زبان سے نہ کئے ہیں نے یا کئے
بل ابھی شمع کے رشتہ کا نخل جاتا ہی بجھ سے ڈرتا ہوں کہ تو دم میں بل جاتا ہی لاکھ خاطر ہو پہ کب سوئے اہل جاتا ہی شب کو سوتے ہیں مجھے عطر وہ بل جاتا ہی وہاں بکا تو لبِ بام ابھی پھسل جاتا ہی چارہ گر جان ہی لیس کہ یہ خلل جاتا ہی اشک گر تے ہو آنکھوں سے سنبھل جاتا ہی	اُس کا دل گرمے جلنے سے پھل جاتا ہی رشتہ رنگ میں تفسیر جو پائی تو کسا بھج کر لیکو بلاؤں شبِ غم میں کہ کوئی صدِ اس غمِ شحرور کا تکی کے سحر چھڑنے کو میں تو وہ گرم رہا وہ طلب ہوں کہ اگر بھر میں وصل اہل کا کوئی جاتا ہی خیال ہنستے ہنستے جو رکاوٹ تری یاد آتی ہی
	شیفۃ بسکہ ہوں میں سرِ قد و نکا کشتہ نخل جو گور پہ اگتا ہی سو جل جاتا ہی
نہ یہاں پہ چلتی ہی نہ وہاں تھکیر پھرتی ہی کہ میری آنکھ کے آگے تیری تصویر پھرتی ہی تجسس میں فغانِ شوق کی تاثیر پھرتی ہی	گلے پر کز و دشمن کی وہ شمشیر پھرتی ہی تیری نوک و ہراس تجھ کو دیکھ کر جانا نہ کرنا غیر کے گھر کا ارادہ تم کہ مدت سے

<p>مشکل آندوے خاطر نچر پھرتی ہے تری تقدیر پھرتی ہے مری تقدیر پھرتی ہے عنانِ غم کیوں گلشنِ بے تاخیر پھرتی ہے کہ آپ ہی آپ کا تقریب ہے تقدیر پھرتی ہے</p>	<p>نہیں نچر تیرے صید گاہ میں ایسے شکارا فگن تیرے گھر سے میرے گھر کا ہی انگوٹھا اودھن گھٹ چھائی ہے لالہ بھل رہا ہے صبح ہر روز ہے نگاہِ دلربائی یا رطوبتِ بواہوس دیکھی</p>
<p>نرالی سب سے ہے اپنی روش اور شیفتہ لیکن کبھی ملیں نہ اپنی شیوہ کا تیر پھرتی ہے</p>	
<p>فلک کو مجھ سے کیوں پرخاش و کیس ہے قرب آ کر وہ کتنا دور ہیں ہے ستاؤ اور پوچھو کیوں غمیں ہے کہ عاشق جس کے ہیں پر دہ نشیں ہے کہ میرے غم سے تو اندوہ گیس ہے کہیں کیا ہم کہیں ہیں دل کہیں ہے</p>	<p>ادھر ازل کہاں وہ مہ جبین ہے نہ دیکھا اپنے بسمل کا تماشا یہ اچھا ہے تو اچھا خیر کو بھی ہمیں صورت دکھائے کیا تمنا یہ عجیب سے شکوہ ہے اللہ رے شوخی یہ کیسا تفرقہ ہجراں نے ڈالا</p>
<p>نہ پوچھو شیفتہ کا حال صاحب یہ حالت ہے کہ اپنے میں نہیں ہے</p>	
<p>نہ سہی وہ بھی ہمیشہ کوئی دم بھی بس ہے</p>	<p>لطفِ اور دل پہ رہے ہکو تم بھی بس ہے</p>

<p>سو بھی کو سہا جھکو تو یہ غم بھی بس ہر اپنے بچکے کے لیے نقش قدم بھی بس ہر اور لوگوں کے لیے دیر و دم بھی بس ہر مجھ سے ناکام کو تو بخت و دم بھی بس ہر ناز و خسر کے لیے خیل و شتم بھی بس ہر</p>	<p>بزم دنیا میں ہر شخص کو کبیش نصیب دہریس بوسہ پاک کی جو نہیں ہر نہ سہی بھدہ دوست ہوا عشق کا حسرت یعنی فرہ چاہیے اے چرخ بختے کر نا جو ر دولت و صل سے کیا کام ہر سنا کوں کو</p>
<p>کئی تنائے کرم میں نے تو فرماتے ہیں شفیقتہ بڑے لیے چور و شتم بھی بس ہر</p>	
<p>گردن پہ نہ نصیب فرسا نہیں رکھتے ہم کچھ ہمیں سپر و تماشا نہیں رکھتے پر آپسے ملنے کی تمنا نہیں رکھتے مطبوع ہم انداز نہ لینا نہیں رکھتے ہم جانِ حریف و دلِ شیدا نہیں رکھتے ہم دیدہ ہونا دلِ دانا نہیں رکھتے تابِ نگہ جو صلہ فرسا نہیں رکھتے وہ سر پہ پند گہ آما نہیں رکھتے</p>	<p>بچکے کسی در پہ تمنا نہیں رکھتے اس کی چہیں اے نکبت گل جلوہ عبت ہر ہر خند کہ ہر آپ سے ملنے کی تمنا دشوار نہیں رفع جواب آپ سے لیکن یوں چادر گری غیر کی ہوتی ہر کہ گویا مطالب و معشوق سے ناصح کو نہیں اور کس لطف سے وہ لطف سے فارغ ہیں کہ عشاق شمن سے ملاقات کی ٹھہری ہر کہ بے وجہ</p>

<p>اشقیفہ ہم جب کہ آئے ہیں حرم سے شوقِ صنم و خواہشِ صبا نہیں رکھتے</p>	
<p>بخت و شمن کو جگائیں میرے نالے خواب سے شعلہ خس ہی نہایت دیر پامتا ہے اُن کا دامن بھر گیا ہے میر ہی خون تاب سے ہوش آتا ہے مجھے بوئے شرابِ ناب سے دلکراحت ہو گئی بیتاب سے سیما سے دل ہو افروز نہایت گرمی احباب سے قتل کرتا ہے ستمگر خضر نے آب سے رونگے پیر کھڑے ہو ہیں نام خواب سے</p>	<p>خندہ زن ہیں دستِ میر دیدہ پر آب سے وصل کی شب میں نئی باتوں سے ہم واقف ہو میں امور و تاہوں ناحق اُن کا دامن بھیکر میں وہ میکش ہوں اگر بخود بھی جاؤں کبھی گرم خود بچھا تو کر دیتی ہیں سب کو بقوار جیسکو سمجھا آشنا نکلا غرض کا آشنا صند تو دیکھو تشنہ کام شوق مجھ کے جان کہ فرشِ نخل پر تھے وہ ہنوابِ شمنِ خواب میر</p>
<p>کسی زلفِ خمِ نجم پھر لے گی تاب و قرار اشقیفہ پھر کچھ نظر آتی ہو تم بیتاب سے</p>	
<p>وہ اپنی وضع کو دیکھے ہمارے طور کو دیکھے بھلا کب دیکھ سکتے ہیں کہ عاشق اور کو دیکھے جو چشمِ مست کو ساقی کی تر کئے ور کو دیکھے</p>	<p>رفیقِ بلا ہو پس کا سنہ ہی لطیف جو کر دیکھے پر پوش بھی پیشِ سیانی کے شیدا نا صحو دیکھو نظر سے فتنہ کی گردش سے گرد و نکی بچا وہ ہی</p>

کوئی کیا خاک غش ہو جب کسی بد طور کو دیکھے	مٹائی غیر سے کیجے مگر میں نہیں تم سے
	ستم سے شفقِ صبا طبع یا بوس کرتے ہیں وہ ایتنا تاب کو دیکھے۔ ہمارے چور کو دیکھے
جو یہی دیکھا اضطراب رہے عقل کیا پر سرِ صواب رہے دخترِ رزقِ نثارِ نقاب رہے شعر کا شوق انتخاب رہے عمر بھر عالمِ شباب رہے پہ لاجل میں کہاں کتاب رہے دور میں ساغرِ جباب رہے تھوڑی دیر اور گر حباب رہے کہ جو اتنی ہیں کم خراب رہے	پھر نصیحت کی کس کو تاب رہے جب خطائے نکرہ ثابت ہو بوائے گل کام کر چکی اپنا مل گیا دوست منتخب پھر کیوں واہ رندی و میکشی کہ یہاں جب پڑی لذت ہم آغوشی نہ غافل ہوا بھجن ساقی ہزم دشمن کا عزم تھا موقوف ہر بڑا پلے میں خوف بدستی
	سقیقتہ کئی حال وارد ہو پر معارف سے اجتناب رہے
ابنِ ولوغیر بھی دلیں مے گھر کرتا ہی	منہ بٹائے ہوئے اس کو سے گذر کرتا ہی

<p>کیوں شبِ وصال میں غلِ مرغِ سحر کرتا ہے کارِ الماسِ مرے حق میں گہر کرتا ہے ہاتھ سے چھٹی ہے قصدِ جگر کرتا ہے کیوں نگاہِ غلطِ اندازِ ادھر کرتا ہے جو ترے طرہِ خوشِ خم پہ نظر کرتا ہے سخنِ دردِ سنا ہے کہ اثر کرتا ہے وہی جو شام کو ہر روز سحر کرتا ہے آج کچھ نالہِ بالیٰ سانِ دگر کرتا ہے کارِ رواں سفر کو کتنا سفر کرتا ہے دل پہیں از نہانی کی جبر کرتا ہے وہی شتاقِ فنا چشم کو تر کرتا ہے</p>	<p>فدِ مع اُس کو بھی موزن ہی مگر کرتا ہے یاد میں اُس دُورِ دناں کی سوا جاتا ہوں اُس کے ناک کی توجہ پہ مری جانِ نثار گر نہیں یہ کہہ رہتا ہے وہ ظاہر داری دلِ مضطرب کی رہائی میں نظر رکھتا ہے دیکھے آہِ ہماری بھی اثر کرتی ہے ایک دن شامِ ہماری بھی سحر کر دیگا دل کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں گھرِ مرغِ چمن آج پھر ماتمِ یوسف ہے ہر اک کو چہ میں بدگماں آپ غلطِ محرمِ اسرار سے ہیں جانِ بھونی ہو جیسے مدِ نظرِ مثلِ جباب</p>
---	---

شیفتہ جسکو نہیں عشق وہ اپنے نزدیک

کیا پڑی طرح سے دنیا میں بسر کرتا ہے

<p>یار سے مجھکو ندامت ہو گئی جسکو باتوں میں کدورت ہو گئی</p>	<p>عشق کی میرے جو شہرت ہو گئی خاکِ عرضِ مدعا اُس سے کروں</p>
---	---

<p>کیا بلا لے ابر رحمت ہو گئی میرے مرجانے سے عبرت ہو گئی پیتے پیتے محراب صورت ہو گئی آج ناصح کو نصیحت ہو گئی بارے اب تک وہی غیرت ہو گئی فی الحقیقت نے حقیقت ہو گئی</p>	<p>یہاں سے جانے کو ہیں وہ آچکے کہیں ابستم اغیار پر کرنے لگے جلوہ سے نظر آنے لگا انکی باتیں اُس نے بھی چھپکڑ سنیں منع و وصل غیر پر ہنس کر کسا بوسے گل اُس گل کی بو کے روبرو</p>
--	--

بس نہ فرماتے پھر وہ شیفتہ
گو انھیں تم سے محبت ہو گئی

<p>شیفتہ یہ کیا قیامت ہو گئی جب مجھے ساتی سے الفت ہو گئی وصل میں تاثیر فرقت ہو گئی اُن کی صحبت میں یہ آفت ہو گئی قوم سے جسکو کہ نسبت ہو گئی دل لگانے سے بھی نفرت ہو گئی نیشک ان سے سہو و غفلت ہو گئی</p>	<p>وہ جو اٹھے جان رخصت ہو گئی بوسے یار اُس بزم میں آئی مجھے جلوہ بڑھب مارنے نظر رہے نہمہ و مرسے مجھے کیا کام تھا بے سخن نسبت مع اللہ ہی اُسے اب رقیب بوا لہوس ہیں عشق باز نچا کھول گا گو ہیں دوزن آشنا</p>
--	--

عقل سے کیا کیا حماقت ہو گئی	عشق سے کیا کیا حسد ابی بڑ گئی
	<p>شیشہ ایک رند مشرب شخص ہی</p> <p>کس سے لوگوں کو عقیدت ہو گئی</p>
<p>گرد و ست پہاں غبار تو رسوا نکریں گے</p> <p>یہ اہل مروت ہیں تقاضا نکریں گے</p> <p>جتیک کہ نہ ہم سے ہمیں ہیگانہ کریں گے</p> <p>وہ دور ہیں اب پاس عدو کا نہ کریں گے</p> <p>ہم آپ کے آنے کی تمنا نہ کریں گے</p> <p>ہم راست بیانی میں محایانہ کریں گے</p> <p>وہ غیر سے بایش کریں ایسا نہ کریں گے</p> <p>کیا وہاں سے ملنے کا ارادہ نہ کریں گے</p> <p>تم آپ سے جاتے ہو ہم آیا نہ کریں گے</p>	<p>ملنے کا میرے اور تیرے چرچا نکریں گے</p> <p>نئے غرور وہ کر لیتے ہیں وعدہ یہ سمجھ کر</p> <p>کب اہل حسابات کوئی راز کہیں گے</p> <p>پہنچا ہوں میں نے کے قریب تے ہیں دیکھو</p> <p>جاتے ہوا اگر غیر کے گھر صند سے ہماری</p> <p>مسجد میں بھی آتا ہے خیالِ خم ابرو</p> <p>وہ مجھ سے نہ بولیں کبھی یہ بات نہ ہوگی</p> <p>اے حور لقا کیوں نہ تمنا کے جناں ہو</p> <p>ہم آپ پر عشق ہیں تو غش آیا یہ سخن کیا</p>
	<p>ہرگز بھی نہیں خاطرِ جانوں میں ٹھکنا</p> <p>اے شیشہ ہم دعوے بجا نہ کریں گے</p>
ملک الموت بھی جب بہر عبادت ہو جائے	کیوں نہ مجھ کو مرخص پاس کی شدت ہو جائے

<p>گر یہ غیر سے وہ بہر عیادت ہو جائے اپنے ہی عشق کی نسبت ہو استادی مرگ اور گر کچھ نہودا مان اجل تو کھینچوں نیم جاں ہوں ہاں قتل کائے جو خیال ساش بھی کل تو نہ تھی آج نکلتی ہو آہ ناضو منع کر وجہ تو یقین میں مانوں پاکے مشرف مجھے مرنے پہ بڑے وعدہ ہیں</p>	<p>اشک شادی ہی یہ کاش اشک امت ہو جائے کیا کروں اُس کو بھی گر مجھ سے محبت ہو جائے کاش اتنی ہی مجھے بہر میں طاقت ہو جائے تو یہاں اُس سے کہیں پہلے فراعنت ہو جائے مجھ کو ڈر ہی کہیں پھر مجھ کو نہ مہلت ہو جائے نکلو بھی گر کسی بے پروا الفت ہو جائے ہر بڑا لطف اگر اب مجھے صحت ہو جائے</p>
---	---

شبیقتہ ایسی اڑا اہل کدورت کی خاک
دیکھ کر شبیقتہ ساعت کو بھی عبرت ہو جائے

<p>ہو ستم واقف ہو میر حال کی تغیر سے عشق میں اک میل فلک کی ہی یہ جوش جنوں چاہیہ اختیار کو بھی اپنے منہ پر کچھ ملیں مرزا ہوں و فرقت میں نہیں دیتا کوئی ہاتھ میں دیکھا جو تیرے قبض جاں ہونے لگی عشق کا سودا نہیں جاتا ہی بعد از مرگ بھی</p>	<p>بواہوس کہتے ہو پھر اک آہ مے تاثیر سے فصد میری کھولنا جراح نوک تیر سے چاہ ثابت ہوتی ہی وہاں نگاہ کی تغیر سے سچ اگر پوچھو تو سم بھی کم نہیں اکسیر سے دست دشمن کم نہیں کچھ قبضہ شمشیر سے دیکھ لو حشت ہی ظاہر قیس کی تصدیر سے</p>
---	--

<p>کیا غضب ہیں وہ بھی پڑھو یا عدو خط میرا مٹی جو اگاڑی گیت اُنھیں تحریر سے کیا شب غم میں صول اس آہ بے تاثیر سے</p>	<p>کیا غضب ہیں وہ بھی پڑھو یا عدو خط میرا وصل ہیں تے تو شاید کچھ اثر ہوتا اُسے</p>
<p>ننگ مہانی دشمن بھی کیا ہم نے قبول شفقتہ لیکن نہ آئے وہ کسی تدبیر سے</p>	<p>ننگ مہانی دشمن بھی کیا ہم نے قبول شفقتہ لیکن نہ آئے وہ کسی تدبیر سے</p>
<p>جس گل کی شمع بزم سے بچکر صبا چلے قربان ایسے آنے کے کیا آئے کیا چلے الضائف کر کہ دل پہ مرا زور کیا چلے بُجھ جاکے شمع بزم میں ایسی ہوا چلے ہم کتنے جلد اُٹھے پہ اتنا کسا چلے اُٹکی گلی کی سمت مرا فتنش پا چلے پہلو سے اُٹھتے ہی چوم را جی بٹھا چلے دیوانہ ایک گرہیں تحمل لگا چلے ہم قصہ خواں کی طرح فسانہ سُنا چلے گو زہرینے آئے قند شربت پلا چلے ہیں نے یونہی نہیں کیا تنہا کہ کیا آئے کیا چلے</p>	<p>کیا ذکر اُس کے آگے مری آہ کا چلے یوں بعد فرج چھوڑ کر پٹا ہوا سپلے ناصح تری زبان ترے بس میں جب نہ ہو محروم ہوں قیب بھی جلوے سے پار کے اللہ کیا غرور ہے تم کو کہ بزم سے پیشوق وصل ہو کہ اگر پانوں ٹٹ جائیں مانا کہ جلد آؤ گے پر اس کا کیا علاج کیوں نہ کہتا ہی اسمیں ضرر کیا ہو سارا باں افسوس اُس نے کچھ نہ کہا اُس کے حالِ دل دیکھا جو نزع میں مجھے کچھ حرم آگیا وعدہ عدو کا آپ کی تکرار سے کھلا</p>

<p>روتے مرے جنازہ پہ کیوں اقرار چلے مانند گرد جس کی جلو میں صبا چلے ای آہ سرور دم کہ ٹھنڈی ہوا چلے اک ہم تمہارے پاس خوش آئے فنا چلے وہ آ کے ایک لمحہ میں جھگڑا سا چلے آخر تری گلی سے تو اے بیوفا چلے کہو کہ پیچھے پیچھے مرے رہنا چلے رہنا ہوا تو رہ گئے چلتا ہوا چلے</p>	<p>یہ غم اگر نہیں کہ نہ آیا وہ بیوفا وہ گل کیسے جج جائے تو کیونکر ملے اس غ گرمی کے عذرسے انھیں جانیکا قصہ ہی کیسا ہی غم رسیدہ ہو یہاں کے شاد ہو تھی کب تک حسرت دیدار میں نزاع جلدی ہی کیا ٹھکانا بھی پیدا کریں کیس کیا پیش آئے دیکھئے وہاں ہمارے دوستو ای جان لب پہ آ کے ٹھہرنے سے فائدہ</p>
	<p>کیس کیس سے نہیں بگڑی کچھ یہ بھی بیان تھا پائیں تو آپ شہتہ ان سے بنا چلے</p>
<p>سینہ سے سینہ اور نظر سے نظر ملے رستہ ہی میں ہمیشہ ہمیں نامہ بر ملے ملنے ہیں ہم سے جیسے کہ خس سے شر ملے اذن غرور و ناز تمھیں جس قدر ملے غیروں سے لڑکے ہم سے بھی تم بیشتر ملے</p>	<p>ظالم بھی تو داوول و چشم تر ملے مے صرف ہر مشقت تحریر و صرف زر ہر دشمنوں کے انکسلا قات ابر و کشت کیا پوچھنے ہو لطف کروں تجھ پہ کس قدر ہم پوچھ جانتے ہیں تمہارے بگاڑ کو</p>

<p>گلگونہ میں چکیدہ مڑگان ترے وہ اتفاق سے کہیں تنہا اگر ملے وہ وقت بھی گیا کہ ہمارا اثر ملے سہزہ جہاں ملا میں یہ سمجھا خضر ملے آخر ذرا تو لذتِ زخم جگر ملے</p>	<p>نیزنگ عشق دیکھ کہ منظور ہی اوتھیں محفل طرازیوں کے مزے سب کھاؤ نگا اب ہر اُنھیں تلاش ہلاری تو فائدہ کھائے تلاش کو پتہ جاناں میں سو فریب ظالم تبسم نکلیں میں نہ کر درِ یغ</p>
<p>وہ شیفٹہ کہ دھوم ہو حضرتِ زہد کی میں کیا کہوں کہ رات مجھے کسکے گھر ملے</p>	
<p>برق بھی مانگ کے لیجاتی ہی انگر ہے وہ ہوئے صاف تو ہی غیر مکدر ہے ترک ہوتا ہی کوئی عیشِ مقدر ہے پیار رکھتے ہیں مگر دشمنہ و خنجر ہے</p>	<p>ابر درِ یوزہ گر آب ہو اکثر ہے صلح کل اپنی تو دانست میں ہمینی ہی ما صحو ساری لفیجت حسد و رشک ہے گردن غیر پہ چلتے نہیں دیکھا ہرگز</p>
<p>شیفٹہ سا وہ بیانی نے ہمیں چمکایا وہ نہ ضحمت ہیں بہت لوگ ہیں بہتر ہے</p>	
<p>رسم ہی کیا یہ دلربائی کی بات اچھی نہیں لڑائی کی</p>	<p>دل لیا جس نے بیوفائی کی تذکرہ صلح کا کرو نہ کرو</p>

<p>یہاں تو قہ نہیں رہائی کی بھکھو طاقت نہیں جدائی کی کسکو ہر لاف دل رہائی کی بھنت و طالع نے گہ رسائی کی باست جو اپنے ہی میں آئی کی دینداری و پار سائی کی نشان ہے اس کی کہ بانی کی</p>	<p>متکو اندیشہ گرفتاری وصل میں کس طرح ہوں شادی مرگ دل نہ دینے کا ہم کو دعویٰ ہر ایک دن تیرے گھر میں آنا ہر دل لگایا تو نا صحوں کو کیا شیخو قسم وہ کہ جس نے ساری عمر آخر کار سے پرست ہوا</p>
<p>زلزلہ آسمان پر کچھ ہے تجھ میں بھی دم دم سحر کچھ ہے سے خبر ہے جسے خبر کچھ ہے غوب باؤں میں بھی اثر کچھ ہے وردِ دل سوزش جگر کچھ ہے شہر میں شونہ اندر کچھ ہے کہ عدم سے بھی بیشتر کچھ ہے ہاں ترے دل میں سیمبر کچھ ہے</p>	<p>اپنی شوحنی کی بھی خبر کچھ ہے نہاں سے شب کے زور تو دیکھے راز پوشیدہ پوچھے کس سے نالہ سنتے نہیں تو بات سنو عشق کے اب کہاں وہ ہنگامے من کیا عرض جلوہ کرتا ہے اس کے نیرنگ سے ٹپکتا ہے کھنٹی باتیں ہیں اور پہلو دار</p>

عشق میں ساری خوبیاں ہیں جمع رم بہت اُنس کم ہی طینت میں دوست یوں ان لیکاد پڑھتے ہیں برق ہی روزگار خندہ گل	اک مگر جان کا ضرر کچھ ہے وہ بہت ہی پری بشر کچھ ہے کہ میری سمت اُسے نظر کچھ ہے نازیہ فرصت اسقدر کچھ ہے
---	--

شیفتہ بھی ہی جمع اعداد
کچھ ہنرمند نے ہنر کچھ ہے

ناز کی کیا ہولی کیوں غش نہیں کیا صورت ہی غیر تو طعنہ نہ دے گو کہ مجھے فرقت ہی عشق سے اور بڑھی ہائے قناعت دل میں کچھ نئی بات نہیں وعدہ تسلی کیا ہو مجھ سے آرزو وہ ہو کیوں میں بھی تو کتنا ہوں ہی گر عبادت کو وعدہ کو بھی لیے آئیں تو خوب غیر کو یاد رہے تیری محبت ہی نہیں او وعدہ کس لیے نازاں ہی سمجھ تو آخر	آئینہ دیکھنے سے اُنکے مجھے حیرت ہی کو کہیں کیا کہیں خسرو سے بھی بے غیرت ہی غیر کو سبج ہو اہی تو ہمیں راحت ہی وہی حیران ہی یاس ہی حسرت ہی تم کو غیر سے ممکن ہی یہ سب تہمت ہی کہ مارا شکستہ مرنا سبب عبرت ہی اگر ہی تو تیری محبت کیوں نفرت ہی جس سے ہم غوار ہو ہیں وہی غرت ہی
---	--

چشم سے اشک ال لب پہ ہی آہ سوزاں

شیفہ کس کے لیے آہی حالت ہی	
<p>ایک دم صبر آزمائی ہو چکی اب وفا ہو بیوفائی ہو چکی جو بیوہ بگڑے لڑائی ہو چکی اُس کے کوچہ تک رسائی ہو چکی غیر کہتے ہیں صفائی ہو چکی</p>	<p>آؤ مل جاؤ لڑائی ہو چکی ایک حالت پر نہیں رہتا کوئی ہم سبک ہوتے ہیں اپنے ہاتھ سے ضعف سے ہی آپ ہیں آنا محال اب کی جس صورت سے ہو بلجائیے</p>
<p>شیفہ یہاں عشق یہ وہاں حسن وہ دونوں عاجز پا رسائی ہو چکی</p>	
<p>مجھ کو الفت ہی انھیں دو چار سے آبلے پھوٹیں گے آخر خار سے چارہ گر بیٹھے ہیں کیوں ناچار سے کیا ملیں ہم محرم اسرار سے بچ گئے ہم گر غم ولہار سے کام خامہ کالیا تلوار سے بزم خالی ہو گئی اعینار سے</p>	<p>زہر سے الماس سے تلوار سے لیپلیں تھوڑا نمک بھی دشت میں نعل اٹھانے کا ہی اب ساماں کریں ذکر وصل غیر کر بیٹھے مباد پھر تو قابو ہیں اجل کے آپکے کاٹ کر مہ خط کی جا بھیجا اُسے جب ہمارا رشک سے جی بھر گیا</p>

جو گلہ سمجھے تھے نکلا شکر ہائے	کی شکایت ہم نے کس عیار سے
واہ ہم تو دیکھ کر مرجائیں اور	زندہ ہوں مڑے تری رفتار سے
فہم آسائش سے وحشت ہو گئی	اُس پری کے سایہ دیوار سے

پھر بلا سے کوئی بیٹھے شیخ
اٹھ گئے جب آپ کوئے پار سے

لطف ظاہر ہے مرے آزار سے	آسختی ہے ہر عاپیکار سے
فیضیاب نور و آئیں بند حسن	مہر اُس کی پر تو رخسار سے
ساقیا بنت العنب وہ لاکھ ہو	وار پاتر شاہد بازار سے
غیر کو سیدھا بنا یا یار نے	ہی تعجب چراغ کی رفتار سے
جی اٹھے فرہاد اگر شیریں کے	کیوں صد آتی نہیں کُسار سے
کیا کہوں جو ہر شناسی یار کی	مجھ کو مارا تیغ جو ہر دار سے
بلبل شوریدہ بنیاب و مست	اُس کے کوچہ کو چلی گلزار سے
ہمکناری کی ہوس بحق وقتِ نقل	ہم لپٹ کر رہ گئے تلوار سے
ہائے جوش بخودی ہائے جنوں	راز الفت کمد یا اغیار سے
واہ ہوشِ پاسِ بدنامی کہ ہے	فکرِ اخلاصِ حرمِ اسرار سے

	<p>جلد کھولو شیفته آغوش شوق پہ صد آئی لب سیر فار سے</p>	
<p>قطع ہونا ربط گل ہے خار سے یاد ہی بیاں مدعا ہی یار سے آپ ٹھہرتے ہیں کیوں اصرار سے جیسے روطن باغ کی اشجار سے عذیب مست کی گفتار سے آپ نے جھانکا سر دیوار سے چارہ جو ہے نرگس بیمار سے بارگاہِ ثنایت و سیار سے سات جنگل اور نوباد ارمنہ سے</p>		<p>ترک ہوتا یار اور اغیار سے کام جونی اور دعوے عشق کا ہر ضرورت غیر کو واقع میں آج آہ وزاری سے شکوہ حسن ہے جز دل شوریدہ لذت کون اٹھائے دیکھ لیں گے ہم بھی گرا عیار کو فصد کے قابلِ دل بیمار ہے اپنا ٹوٹا گھر بہت مرغوب ہی دیدنی ہی وہ جگہ جو ہی الگ</p>
	<p>شیوہ ہا سے برق خائف شیفته چلو گریں اُس کے شوخ اطوار سے</p>	
<p>جی ہیں ہر آج خوب عدد کو بنا بیٹے گل کیسے شمع شمع کے قرباں جا بیٹے</p>		<p>کچھ بات راز کی ہی ذرا پاس آ بیٹے بلبل خزاں میں کتشل ہیں بچھا بیٹے</p>

<p> کہتے ہیں اور بھی کوئی دریا بہا ہے کہنے لگے بھلا ہمیں کیا سنہ لگایے ابٹن گئی کہ ناز تھارے اٹھائیے اے وائے کیونکہ حال دل اُسکو سنائیے جی میں ہے آج غیر سے آنکھیں لڑائیے مجھکو قیب سمجھئے پر آپ آئیے کچھ بھی نہ کیجے دیکھ کے بس مسکرائیے سنتے ہیں آج آپ ہیں کچھ سنائیے وہ اس سے کھیلے یہ اُسکو بکھائیے سرشوق دل سے نقش تننا مٹائیے </p>	<p> رونا ہوا ہر اشکِ ندامت کہ نہیں کہ وہ بوستہ ہنسی ہی میں جو کل لے لیا تو پھر سو بار اٹھیں سے اٹھاؤ ہم آئیں گے آتا ہی رحم ناز کی گوشیاں پر تندرست صلح خوب ہی بن آئے بات تو گذرا میں اعتماد و محبت کے فخر سے ایک نیم ناز بس ہی ہمارے ہلاک کو وشتنام و نعمہ اسمیں ہیں بحث کچھ نہیں واعظ کے قول خوب ہیں نہ وں کے فعل خوب بے خوفش کہ نہ کہاں جاے نقش نو </p>
<p> ہر چند سیر کی ہے بہت تم نے شیفٹ پر پیکرہ میں بھی کبھی تشریف لائیے </p>	
<p> جو خاصیت کہ اُس لبِ اعجاز فن میں ہے وہ کہ خوش کہ چیب پیم یمن میں ہے آمد نسیم مصر کی بہت اٹھرن میں ہے </p>	<p> لب میں اگر نہیں تو ہمارے سخن میں ہے یا مزل الراح ادھر کو بھی بھیج دے دیتے ہیں چشمِ روشنی چشمِ روشنی </p>

<p>کیا غنہ لیب دام فریب چمن میں ہے کیفیت عجب مرے دیوانہ پن میں ہے لذت نئی کچھ آج جو زخم کن میں ہے سنے واوی تار نہ دشت حق میں ہے بند قباے شاہد گل پر ہن میں ہے ٹھنڈک سی آج کچھ مرے دل کی جل میں ہے آشفگی کہ زلف شکن در شکن میں ہے کیا سطوت قیث ل کو ہن میں ہے</p>	<p>نیزنگِ نو بہار ہے عشوہ طلسم کا پیرانِ کسبہ بن گئے اطفالِ خرد سال الماس لیکے آئیں گے دیتے ہیں یہ نوید وہ آہوے رمیدہ کہ ہم جن کے صید ہیں شیوہ تمام غنچہ نشگفتہ کا ہنوز کیا غیر پر بھی شعلہ برق غضب پڑا کیا کیا پھنسا رہی ہے ہمیں دامِ رشک میں غیر میں سے بہرہ ور نہ ہوا ایسے شوق پر</p>
<p>خلوت میں شیفتہ سے کوئی ملے کیا کری وہ شخصِ اجنبی میں بھی اور اجنبی میں ہے</p>	<p>ہوانہ مد نظر چشم یار کے بدلے صبا کو بھابھے جو محفل کی تیری رنگینی کیا ارادہ اگر سیر باغ کا تم نے خلاف عہد ہی شیوہ تو کیا قیاحت ہے</p>
<p>ہزار رنگ یہاں رونگار کے بدلے چمن کو داغ دیئے لالہ نار کے بدلے قیامت آئے گی ابر بہار کے بدلے ستم کا عہد وفا کی قرار کے بدلے</p>	<p>عجب ہی شہر ہے دلی بھی شیفتہ ہرگز</p>

میں شام نہ لوں اس دیار کے بدلے

کچھ ان دنوں میں غیر سے شاید ملال ہے
نامِ خدا یہ گرمی حسن و جمال ہے
تقدیر سے سحرِ صنم کی کیا مجال ہے
بے صبر سے متصل یہ ہجوم سوال ہے
دیوانِ خواجہ حافظ فرخندہ سال ہے
وہاں سحرِ سپہرِ زمیں پائمال ہے
فکر وصال عاشقِ آشفقۂ سال ہے
جز طور اور پرہیز تجلی محال ہے
جلنے کا اس کے غیر کے گھر احتمال ہے

بیشک دماغ میں اثرِ اختلال ہے
کیشِ جناب میں خون ہمارا حلال ہے
کیونکہ کہوں کہ مجھ سے اُبھیں انفعال ہے
کیا برگِ گل ہو تم کہ یہ زیبا جمال ہے
صوفی کو خانقہ میں سر و جد و حال ہے

میری خوشی کا اُن کو نہایت خیال ہے
نہ لے کچھ سنے پارسِ شک سے دلپہرِ زار داغ
نئے تاب و صل غیر نہ نیروے منع حیر
قصیدِ جواب ہو بھی تو کیا خاک دیں جواب
کچھ میرے عشق میں تھیں شک ہو تو سامنے
ہم نے کیا ہاں سے گذر کر جہاں مقام
ہر شانہ کش جو زلفِ پریشاں میں بواہر
مکن نہیں کہ برقِ نگہ غیر پر پڑے
کچھ آج شہیقہ ہی بہت مضطرب مگر

ایامِ ہجرتیں جو اجل کا خیال ہے
خوش تھے کہ خونِ ہماے نظر بہ جہنم بھتی
اُن کے خلاف و فکر سے ہیں تیرے سارِ ہوں
کیا نشترِ ہوتم کہ یہ پیاری شہیم ہے
ساتی کو مگر یہ ہیں سرِ ناز و شش ہے

<p>عاشق کو اضطراب ہی عجز و نیاز ہے منظور ہی حکیم کو ہر شے کی معرفت ہر کام فلسفی کا سفاہت کے ساتھ ہی اربابِ حکمت نظری کو عمل نہیں جن کو کہ دستگاہ ہی فنِ نجوم میں رہتے ہیں اجنبی درپے اسرافِ رات کو بعضوں کو ہی مذاق میں فخرِ نسب لہیز مفلس کو فکر ہی کہ کسی ڈھب سے کچھ ملے جمہیں جریس سپرِ حسن ان کو بزم میں جی میں کسی کی خواہش آرایشِ لباس کوئی طلب میں اشہبِ گلگوں نظیر کی کوئی قد سے قامتِ آفتِ خرام ہی ناحق کب پیکو شکر کسی کو شکایتیں</p>	<p>مشتوق کو غرور ہی غنچ و ذلال ہی حالانکہ اپنی معرفت اُس کو محال ہی ہر بات منطقی کے مراؤ جدال ہی اہلِ کلام کو ہوس قیل و قال ہی عمر انکی صرف زائچہ ماہ و سال ہی بعضوں کو روز و شب سیر تو فرمال ہی بعضوں کو ذوق و دعویٰ فضل و کمال ہی منعم غریبِ جہت پیہم زوال ہی ذکرِ شجر کبھی کبھی فکرِ ہمال ہی ولیں کسی کے حسرتِ جاہ و جلال ہی کوئی اسیرِ شوق شکارِ غزال ہی کوئی خرابِ نرگس جادو و مثال ہی بیوجہ کوئی خوش ہی کسی کے مال ہی</p>
---	---

کس واسطے ہم آتے ہیں دنیا میں پیچھے

اسکا جو دیکھئے تو بہت کم خیال ہی

تری چو بیاں غیر کیا جانتا ہے
ہوا ان کیوں دل کو اول نظر میں
نظم سے ہوتی ہے پیدا و افول
گر قاری غیب کا ذکر مجھ سے
مجھے افنی زلف نے کاٹ کھایا
وہ گل ہیرے رونے سے ہوتا ہی خرم
ستار کے سے بڑا مانتا کیوں
کبھی غیر پر جور ہوتے نہ دیکھا
نہ وہ کانا کھانا کہ کم عمر ہی وہ
نال نہ کر قتل میں میرے ہرگز

تو جیسا ہی بس جی مرا جانتا ہے
کہ وہ مجھ کو نہ آشنا جانتا ہے
شکایت کو شکر جفا جانتا ہے
مجھے کس قدر مبتلا جانتا ہے
کوئی شخص اسکی دوا جانتا ہے
کہ اپنا وہ نشو و نما جانتا ہے
ستم کو اگر وہ بھلا جانتا ہے
مجھی کو بس اک آزما جانتا ہے
ابھی شیوہ ناز کیا جانتا ہے
کہ عاشق کا تو خونہا جانتا ہے

حزنی سے واجب ہوا شفیقہ اب

مجھے پار بھی پار سا جانتا ہی

فقط پار چور و جفا جانتا ہے
جو بیگانہ جانے تھے خلق کیا غم
نہ منوان دل طرہ مشکبو کا

یہی جانتا ہے تو کیا جانتا ہے
اگر آشنا آشنا جانتا ہے
نہ الطاف باد صبا جانتا ہے

<p>عجب شیوہ دلربا جانتا ہے کہ وہ خوب یہ ماجرا جانتا ہے کہ اب وہ جفا کو وفا جانتا ہے جو محفل کو خلوت سرا جانتا ہے کچھ آئین اہل صفا جانتا ہے وہ انصاف کا منتہی جانتا ہے</p>	<p>ہزاروں گئے جان سے اک ادائیں مری چشم پر نم کا حال اُس سے پوچھو شکایت ہمیں شکوہ شکر سے ہے اُسے کج خلوت کی کیا ہی ضرورت بہ صورت آئینہ بھی مغنم ہے حد کی رعایت سے بھلو ستانا</p>
--	--

ہمیں شہید کی نصیحت سے حاصل
 کہ وہ آپ ہم سے سوا جانتا ہے

ویگ

<p>غیر رکھتے ہیں اب اُنکے راز دار مجھے جنون شوق ہی کیا حاجت ہمارے مجھے تمھاری بات کا ایسا ہی اعتبار مجھے بہت غریب نہیں جان پہنچا مجھے ملی ہی جاے نفس برق شعلہ بار مجھے</p>	<p>بھولے اور کوئی دل قیب قرار مجھے نثار عشق ہی کیا دہشتِ خمار مجھے اگر کہ تو عاشق نہیں ہیں سچ جانوں حصول نام سے دل کو اگر نہو آرام لاد کو رشک ہی ایسا کہ معقت ہیں گویا</p>
--	--

<p>عجیب عشق میں تہذیبِ نس ہوئی ہے ملا عدو کو مے و نغمہ برق و باراں سے خلاف وعدہ مسلم و فابے وعدہ غلط نجل ہوں آپ میں بیوقت اپنے آنے سے وہی قیاسِ صحبت وہی قدرِ خواری جفا کو ترک کرو تم وفا کو میں چھوڑوں رہی سراسر بیکتومہ دل ہی میں افسوس تمام شورش و سرتاقدم شکایت ہوں</p>	<p>نہ شوقِ باغ رہا نے سرِ شکار نہ مجھے صبا سے خاک ملی اور گل سے خار نہ مجھے غرض کچھ اور نہیں غیر انتظار نہ مجھے تم اور کرتے ہو ہنس نہس کے شمسار نہ مجھے کیا ہے آپ نے ناحق امیدوار نہ مجھے کچھ استہوار تھیں ہو کچھ استہوار نہ مجھے جہان میں نہ ملا کوئی رازدار نہ مجھے نعوذ باللہ اگر وہاں ملے گزار نہ مجھے</p>
<p>ہلاک جلوہ زیبِ احزاب بادۂ ناب تمہارے شیوہ معلوم ہیں شکار نہ مجھے</p>	
<p>ابھی کہوں تو کہیں لوگ شرمسار نہ مجھے ہزار شک کہ اُس کی گلی میں چھوڑ گئی یہی گمان ہی رشک ہے اگر تو کبھی جھاسے شحمہ ہی منظور پر نہیں منظور عدو کے حق میں پھرا یا وہی نہ مانہ عیش</p>	<p>دیگر کہ کس کے وعدے پر اتنا ہی انتظار نہ مجھے نہیم جان کے اک ناتواں غبار نہ مجھے نہ کوئی دوست یلگانہ کوئی یار نہ مجھے خلاف شیوہ زندانِ بادہ خوار نہ مجھے کھلے بیعتی سسپال غیر قار نہ مجھے</p>

<p>کہ ان دنوں میں کیسا ہی انتظار مجھے خراب تو نے کیا جلوہ ہمارے مجھے کسی طرح بھی نہ رکھا امید وار مجھے عزیز رکھتی ہو وہ چشمِ فتنہ ہمارے مجھے نوائے دلکش مرغِ غانِ شاخسار مجھے کیا اداسے تغافل نے ہوشیار مجھے جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے</p>	<p>جو بادشاہ بلائے تو میں نہیں جاتا جو شویشیں نہ بچانا اسیر کیوں ہوتا صدمہ کے ساتھ بھی آخر جفا ہوئی آغاز رفیق ہیں ستر در رفیق ہیں فارغ نفس میں کرتی ہو تحریکِ بالِ جنبانی لیا ہی تھا نگہ پُرسوں نے دل لکین ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں</p>
<p>بڑے شاد اٹھیں شپقتہ خدا نہ کرے کہ اُنکی زبیم میں ہو دخل و اختیار مجھے</p>	
<p>صبا پیش میں ہی گلہائے بھڑاں کے لیے اگر کرو تو کرواں کے پاسباں کے لیے یہ آہ و نالہ ہو آرایشِ دُکھ کے لیے جو بلبلیوں کو نہ دے حکمِ اشیاں کے لیے خزانہ چاہیے قابو کی ارمغان کے لیے عدو نہیں کے لیے اور ہم فغاں کے لیے</p>	<p>سحر جو وہ گلکشِ گلستاں کے لیے انھیں ہر دم سے محبتِ عمل کی کیا حاجت سماعِ بیش بہا شہِ عتق میں ہو وصال وہ اپنے باغ میں بہکوا ضرور رکھے گا تیرا ان ملک کا ہو آسماں پہ وصال سحر کے ساتھ ہی آتے ہیں کسے جانناں میں</p>

<p>ستم نہ سمجھ کہ ہوا امتحاں کے لیے قیامت آئے گی شمشاد بوستان کے لیے خرد ہی پر کے اور زور ہی جواں کے لیے کہ مہر نامہ نہ کرتے نہیں شاں کے لیے کہ آپ آئے کہ حبش نہیں باں کے لیے دعا خیر ہو اس آفت جہاں کے لیے کہاں لے ادنیٰ ہو سخن اماں کے لیے معاملہ ہو گیا ہو اگر زیاں کے لیے یہ نکتہ بس ہے کہ آفت ہی نکتہ دال کے لیے مگر کچھ اپنی بھی آہ جگر فساں کے لیے</p>	<p>کہ کرم نہ سمجھ کہ کسی غرض سے ہو جو ہستان میں گیا میں ہلاک قامت یار ہر ایک سے ہوئی قسمت بقدر استعداد غرض یہ ہے کہ مکر جائیں گر پڑے حاجت کیا آپ آئے کہ طاقت نہیں اشارے کی نہ میکہ میں ترانہ نہ خانقہ میں سماع متاع دانش و دین کی ضرور ہی تسلیم زیاں ہیشت میں ہم خود بھی جانتے ہیں مگر ہمارے ساتھ ہیں وہ موشگافیاں کہ نہ پوچھ اثر اگرچہ بنا ہر ناز و دلکش دوست</p>
---	--

یہ ضبط راز کی تعلیم پیچھے بیجا
نہ پاں ہموالی ہے اگر بیاں کے لیے

<p>نہیں ہے خواب بہتر کچھ اینٹاں کے لیے تپش ہوئی پر پرواز مرغ جاں کے لیے غلط تھی پہلی ہی کوشش خطا اماں کے لیے</p>	<p>دیگر جو کیسے دوست کو جاؤں تو پاساں کے لیے تمام حلت و رمانگی ہے قلت شوق سنی اکابر دیواں سے آخر آئیہ یاس</p>
--	---

<p>ہمارا سر ہر ترے سنگ آستان کے لیے نگاہ خشم تری بند ہر زباں کے لیے جو بیقرار رہے سپہ گستاخ کے لیے جو اس قدر متقاضی ہیں امتحاں کے لیے نہ ہم نہیں کے لیے ہیں نہ آستان کے لیے بہار آتی ہی گلزار میں خزاں کے لیے نسیم سے غمت ہی کارواں کے لیے ہزار بار قدم ہم نے باغبان کے لیے مواد بحر لیے چشم خون نشاں کے لیے نفس میں مرغ ہی بتایا آبِ شیاں کے لیے بڑھا بھی دیتے ہیں ہم زیبِ دستان کے لیے</p>	<p>پری کنار میں رکھے کہ حور زانو پر نگاہ لطف ترے دل کے واسطے ہی نسیم شریکِ بلبل و قمری ہو وہ زبوںِ فطرت امید ہی کہ نبیا ہیں گے امتحاں کیلک نہ خاکیں سے تعلق نہ قدسیوں سے رباط شنب و سال ہی پیغام روزِ فرقت کا پیامِ دستِ ہوا قافِ خدوں کو وچہِ ثروت قدم ہی ہلکے نہ رکھنے دیا گستاخ میں ہزار جلوہ رنگیں ہیں اور ہر جلوہ نفس زمانہ و جان مرغ و آشتیاں ملکوت فسانے اپنی محبت کے سچ ہیں پر کچھ کچھ</p>
--	--

ہماری نظم میں ہی سچیتہ و کیفیت
 کہ کچھ یہی نہ حقیقتِ مریخاں کے لیے

افراد

پروانہ وار جلنا دوستو رہی ہمارا | اُس شمع روپہ مرنا مشہور رہی ہمارا

دیگر

اُنکھ کل اُس سے لڑاتا تو لڑائی ہوتی | شفیقتہ پر میں وہ بدلی ہوئی چتون سمجھا

دیگر

غیر پہ پیار کی نظریں ہیں غضب کی ہم پر | نگہ یار میں ہی رنگ گل رعنا کا

دیگر

اُسکی جب آنکھ پھری پگھلیں اُسکی آنکھیں | شفیقتہ مرنے پہ تیار رہی کیا پھرتا تھا

دیگر

کیا جانے گزری غیر پہ کیا اُس کی ہمیں | آئے وہ اس طرح کہ مجھے پیار آ گیا

دیگر

ویرانے کی مانند ذرا جی نہیں لگتا | ہر چند کہ ہر شے یافتہ دلی وطن اپنا

دیگر

رقیب پیتے ہیں کس کس سے جام شراب | ہمارے دو ہیں افسوس احتساب نہیں

دیگر

جوشِ غول و پندگی تاثر دیکھنا | دامن کوٹا نکلتا ہوں گے بیاں کے چاک میں

دیگر

ہر شے سے ٹپکے ہی ادا ناز تو دیکھو | ہر بات میں اک بات ہی انداز تو دیکھو

دیگر

کئے ہیں جو جانا زو ادا کتے ہیں | پہچنی کیا لوگ ہیں کیا کرتے ہیں کیا کتے ہیں

	دیگر	
منت کش غتاب پر الطاف شمر طہر	تنہا ستم نہ کیجئے انصاف شمر طہر	
	دیگر	
ایسی غریب سے کرے قتل گار کا ہے کو تھا	شیفتہ اُس کو تو لو تم سے محبت نخلی	

تمام شد

